



31/21

یاد رکھو

۱۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدود سے باہر قدم رکھا اُس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔

۲۔ سب سے بڑی حکمت اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔

۳۔ شریعت جس شے کی اجازت نہیں دیتی وہ الحاد و زندقہ اور کفر میں داخل ہے۔

۴۔ جس نے مخلوق سے کچھ مانگا وہ خالق کے دروازے سے اندھا ہے۔

۵۔ تمام دکھوں کا مداوا اللہ تعالےٰ کے قانون میں ہے۔

۶۔ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیتی ہے وہ ذلّت کے گڑھوں میں گر جاتی ہے اور جو قوم بدکاری میں مبتلا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس پر عذاب نازل کرتا ہے۔

۷۔ اصحابِ محمدؐ کی پیروی جنّت کا پروانہ اور رضائے الٰہی کا سرٹیفکیٹ ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ کا قرب ہی حقیقی کامیابی ہے۔ ۹۔ اللہ کے ہاں عزّت تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔ ۱۰۔ نجات ابدی سُنّتِ مطہرہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوگی۔

مرسلہ
رُستم علی ناصرؔ پشاور

انتخاب از
"خدام الدین"

۶ ستمبر ۱۹۸۵ء

دو روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور پاکستان

جلد ۳۱ ★ شمارہ ۲۱

بیاد

جانشین شیخ التفسیرؒ امام الہدیٰ حضرت

مولانا عبید اللہ انور نور اللہ مرقدہٗ

رئیس الادارہ

حضرت مولانا محمد اجمل قادری مدظلہ العالی

مجلس ادارت

عبدالرشید انصاری

طہیر میر ایڈووکیٹ

انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی : -/۲ روپے

چندہ سالانہ

سالانہ -/۸۰ روپے

ششماہی -/۴۵ روپے

۲۲؍ربیع الاول ۱۴۰۶ھ

نقطۂ نظر

قادیانیت کے حق میں یہودی جج کا فیصلہ

کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ کی بدرو اور بدروح نسل پرست حکومت کے یہودی نژاد جج ولیم سن نے مسلمانوں اور قادیانیوں کی تین سالہ قانونی جنگ کو ختم کرتے ہوئے فیصلہ دیا ہے کہ قادیانیوں کے بارے میں مسلم جوڈیشنل کونسل یہ کہنا بند کر دے کہ وہ پیغمبر اسلامؐ کو آخری نبی نہیں مانتے اور حکم دیا ہے کہ کونسل مقدمے کے تمام اخراجات ادا کرے۔ ولیم سن نے اپنے فیصلے میں قادیانیوں کو کافر اور ملحد کہنے پر پابندی بھی عائد کر دی ہے۔ یاد رہے کہ مسلم کونسل کے وکیل نے کچھ عرصہ قبل کیپ ٹاؤن ہائی کورٹ میں یہودی نژاد ولیم سن کے بطورِ جج تقرر کے بعد عدالتی کارروائی کا بائیکاٹ کر دیا تھا —— مسلم ماہرین قانون کی ایک عالمی تنظیم نے اعلان کیا ہے کہ وہ جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کریں گے۔ قادیانیوں کے حق میں فیصلہ دے کر ولیم سن نے دراصل اُس احسان کا بدلہ چکایا ہے جو غدارِ وطن و ملت سابق وزیر خارجہ پاکستان آنجہانی سر ظفر اللہ خاں نے سیاہ فام افریقی عوام کے خلاف فیصلہ دے کر جنوبی افریقہ کے حکمرانوں پر کئی سال پہلے کیا تھا جب وہ عالمی عدالت انصاف کے بے انصاف جج تھے۔ یہودی جج نے حقائق کے خلاف فیصلہ دے کر اس راز کو بھی اب راز نہیں رہنے دیا کہ انگریز کے خود کاشتہ پودا قادیانی مذہب، قادیانی جماعت اور یہودیوں کے درمیان آقا و غلام، حاکم اور محکوم کٹھ پتلی اور مداری ایسے ناقابلِ انقطاع تعلقات قائم ہیں — قادیانی جماعت اور اس کا بھگوڑا سربراہ یہودی جج کے اس فیصلے کو دُنیا میں اُس چوہے کی طرح لیے پھریں گے جو شراب کے ڈرم میں گرنے کے بعد باہر نکلا تو نشہ میں دھت ہو کر پچھلے پاؤں پر کھڑا ہو گیا تھا اور اُس نے بڑے اعتماد سے بآوازِ بلند پکارا تھا —"کہاں ہے بلی؟"— مگر قادیانی فتنے کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ قادیانی اُمت چرس اور ہیروئن کے جاں بلب مریض کی طرح اب ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں مگر ہمارا یقین ہے کہ کینسر، ٹی بی اور منشیات کے عادی مریض کا علاج تو ہو سکتا ہے لیکن غلام احمد قادیانی کی معنوی ذریت کے لہو میں پھیلا ہوا زہر ولیم سن کے یہودیانہ فیصلے کے تریاق سے زائل نہیں ہو سکتا۔ قادیانیت کے چوہے کو اب اِدھر اُدھر زیادہ بھاگنے پھرنے کا شوق چرائے گا تو گلی محلے میں بچوں کے

ناشر، میاں محمد اجمل قادری، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور، مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

ہاتھوں ہی اپنے خوفناک انجام کو جا پہنچے گا۔ اب اگر برطانیہ میں بھی اس کے لیے عرصۂ حیات تنگ ہوگیا ہے تو اس کے لیے سلامتی کی ایک ہی راہ باقی رہ گئی ہے کہ قادیان جاکر اپنے قائد او ربانی کی قبر میں پل بنا کر گھس جائے۔ وہاں سے تحت اَسْفَلَ السَّافِلِیْن تک جانے کا راستہ آسان ہو جائے گا۔ انٹرنیشنل ختم نبوت مشن اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں نے یہودی جج کے فیصلے کے بارے میں کہا ہے کہ اس فیصلے پر جنوبی افریقہ میں زبردستی عمل کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کا مقابلہ کیا جائے گا۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی نے ایک بیان میں بتایا ہے کہ اس سلسلے میں صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے انٹرنیشنل تحفظ ختم نبوت مشن کا اجلاس منعقد کرنے کے انتظامات کیے جا رہے ہیں تاہم حکومت پاکستان کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ آئین و قانون کے تقاضوں کے تحفظ کے لیے اپنی ذمہ داریاں پوری کرے اور دنیا میں اسلام اور پاکستان کے خلاف قادیانیوں کی فتنہ انگیزیوں کے انسداد کے لیے مؤثر اقدامات کرے۔

انصاری

خدایا! دکھادے بہارِ مدینہ

جنابِ صفی، بھاگلپوری

خدایا دکھا دے بہارِ مدینہ
یہ آنکھیں ہوں اور سبزہ زارِ مدینہ
حقیقت جو پوچھو، حقیقت یہی ہے
ہے جنت سے بڑھ کر دیارِ مدینہ
تجھے باغباں! تیرا گلشن مبارک
مجھے چاہیئے سبزہ زارِ مدینہ
یہی ہے تمنّا، یہی آرزو ہے
ہو شیدا ترا اور جوارِ مدینہ
ہیں اہلِ نظر جو وہی اس کو سمجھیں
تمہیں کیا بتاؤں، بہارِ مدینہ
صفی! اپنی قسمت پہ ہے ناز مجھ کو
کہ ہوں بلبلِ لالہ زارِ مدینہ

بقیہ : حضرت اسماء رض

فرزند کا دورِ عروج بھی دیکھا اور ان کی المناک شہادت کا منظر بھی۔ ان پر بار بار مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے لیکن انہوں نے ہر موقع پر بے پناہ عزم و استقلال اور جرأتِ ایمانی کا مظاہرہ کیا۔ بلاشبہ وہ تاریخ اسلام کی ایک مہتم بالشان خاتون ہیں اور ان کا تابندہ کردار مسلمانوں کے لئے ہمیشہ مشعلِ راہ بنا رہے گا۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل نہ ہوسکے گی۔

ضبط و ترتیب : فتح محمد قریشی ...... پیش کش : ندیم احمد القاسمی

درس القرآن الحکیم

پارہ سبحٰن الذی ۱۵
سورہ بنی اسرائیل
رکوع ۳

مورخہ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ
۲۵ جنوری ۱۹۴۳ء

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۲۸

(ترجمہ) اور اگر تجھے اپنے رب کے فضل کے انتظار میں کہ جس کی تجھے امید ہے، منہ پھیرنا پڑے تو ان سے نرم بات کہہ دے۔

یہ خطاب ایک صورت میں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جا رہا ہے۔ آپ بہت ہی سخی اور رحم دل تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو علم تھا کہ جو چیز آپ کے پاس آتی ہے وہ حاضرین اور مساکین کو بانٹ دیتے ہیں، اس لیے ضرورت مند آپ کے پاس آجاتے تھے۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر آپ کے پاس انہیں عطا کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ہو تو انہیں نرمی سے واپس کر دیا کریں۔

۲- دوسری صورت میں یہ خطاب عام امت کو ہوگا جیسا کہ ابتداء رکوع ہی سے مضمون چلا آرہا ہے کہ مخاطبین عام امت ہیں۔ یعنی اے لوگو اگر مستحقین (یعنی غرباء مساکین و اقارب) میں سے کوئی بغرض ضرورت تمہارے پاس آئے لیکن تمہارے پاس اُن کی خدمت کے لیے کچھ نہ ہو تو ان کو نرمی سے جواب دے دو اور کہہ دو کہ ابھی تو مشکل ہے جب اللہ تعالیٰ زیادہ رزق دیں گے پھر خدمت کر دیں گے۔

مثال : بیٹے کی شادی کی تقریب ہے۔ ایسے مواقع پر خویش و اقارب کو مدعو کیا جاتا ہے اور احباب و مخلصین کی دعوت کی جاتی ہے لیکن اتنا سرمایہ موجود نہیں ہے کہ سب کی دعوت کی جائے تو رشتہ داروں اور مقربین میں بلا جھجک یہ اعلان کر دیں کہ ابھی اتنی وسعت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب رزق وافر مقدار عنایت فرمائیں گے اس وقت دعوت وغیرہ کا انتظام کر دیں گے۔ قرآن کی یہی تعلیم ہے۔

قرآن ہمیں ہرگز یہ نہیں سکھاتا کہ ہم مقروض ہوکر رسم و رواج کو پورا کریں جیسا کہ آج کل عام طور پر ہوتا ہے۔ ایسا کرنا شریعت کے خلاف ہے اور ایسا کرنے والوں کو کسی ثواب یا اُخروی منفعت کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ لڑکا لڑکی جوان ہیں تو ان کا صرف نکاح پڑھا دیں اور اعلان کر دیں کہ اللہ تعالیٰ توفیق دیں گے تو کھلا دیں گے۔ اگر خلوص

اَنانیت جب تک دل سے نہ جائے اِسلام نہیں آتا

نیت سے یہ اعلان ہوگا تو اللہ تعالےٰ ضرور توفیق دیں گے اور یہ کھلانا اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور رضا کے لیے شامل ہوگا۔ اگر اس طرح سب کرنے لگیں تو نتیجہ میں ایک ماحول وجود میں آئے گا جس میں اخوت اور بھائی چارے کو فروغ ملے گا اور آپس میں طعن وتشنیع کا خاتمہ ہوجائے گا۔

اسی طرح برادری کا بھی حق ہے کہ اپنے غریب پڑوسی سے صاف صاف کہہ دیں کہ آپ خواہ مخواہ اپنے آپ کو مقروض بنا رہے ہیں یا تنگ دستی کی وجہ سے شادی مؤخر کر رہے ہیں۔ آپ کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ کریں۔ ہم گھر سے کھانا کھا کر شادی میں آئیں گے یا اپنا کھانا گھروں سے لا کر آپ کے پاس کھالیں گے۔ یہی سُنّتِ نبوی علی صاحبہا السلام ہے۔ لیکن ایسا اس وقت ہوگا جب برادری والے اپنے آپ کو تکبر میں نہ رکھیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ انانیت جب تک دل سے نہ جائے اسلام نہیں آتا۔ انانیت اور اسلام دو متضاد چیزیں ہیں۔ دل سے جتنی انانیت نکلے گی اتنا ہی اسلام آئے گا ورنہ داغی میوہ کی طرح رہے گا۔ اللہ تعالےٰ قرآنی تعلیمات پر عمل کی توفیق دیں۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

بزمِ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کا قیام

ٹوبہ ٹیک سنگھ یکم دسمبر: حضرت مولانا محمد عمر لدھیانوی کی اطلاع کے مطابق یہاں پر امام الاولیاء شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کی یاد میں فیصل آباد ڈویژن کی سطح پر ایک تبلیغی اصلاحی انجمن کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جس کی منظوری جانشین امام الھدیٰ حضرت میاں محمد اجمل قادری نے عنایت فرمادی ہے۔ اس انجمن کا نام بزم شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ ہوگا اور انتخاب حسب ذیل ہے:

سرپرست	حضرت مولانا محمد اجمل صاحب قادری مدظلہٗ
صدر	حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ بخاری فیصل آباد خلیفہ مجاز حضرت امام الھدیٰؒ
نائب صدر اول	حاجی ضیاء الدین صاحب درغاستی، فیصل آباد
〃 〃 دوم	الحاج حافظ عبدالحمید صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ
ناظم عمومی	حافظ بشیر احمد صاحب عثمانی ٹوبہ ٹیک سنگھ
ناظم نشریات	مولانا محمد اقبال صاحب شیروانی جھنگ صدر
خازن	لالہ انیس الرحمٰن صاحب بٹ ٹوبہ

حضرت شیخ التفسیر امام لاہوریؒ کے مشن اعلاء و اشاعت کلمۃ الحق کو عملی طور پر پھیلانے کے لیے منظم اور مربوط طریقے سے جدوجہد کرنا بزم کے مقاصد میں سرفہرست ہے۔ بزم کے زیرِ اہتمام ماہانہ مجلسِ ذکر کا آغاز ٦ دسمبر ١٩٨٥ء سے مرکزی جامع مسجد ٹوبہ میں ہو رہا ہے۔ مجلسِ ذکر صدر بزم حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ بخاری ہر ماہ منعقد کروایا کریں گے۔





اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلوص وللّٰہیت کی بہت قدر ہے

اعتدال اور میانہ روی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا طرّۂ امتیاز ہے

روحانی تعلیمات کا مقصد

دلوں کو خلوص وتقویٰ سے مزین کرنا ہے

جانشین امام الھدیٰ حضرت مولانا محمد اجمل قادری

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہ۔ اما بعد: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انما الاعمال بالنیات (متفق علیہ)

محترم حاضرین! یہ مجلس ذکر امام الاولیاء حضرت لاہوری قدس سرہٗ العزیز کی یادگار اور باقیات الصالحات ہے۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ نے محض چند آدمیوں کو لے کر چھوٹی مسجد میں یہ سلسلہ شروع فرمایا تھا۔ اب الحمدللہ حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی محنتوں اور کاوشوں کی بدولت ایک تناور درخت کی مانند ہو چکا ہے اور آیت کریمہ ہم تمام کے مرشد حضرت ثانیؒ کی یادگار ہے۔ جس طرح سے مجلس ذکر کی ابتداء کی وجہ سے حضرت لاہوریؒ کو آج تک اس سلسلہ خیر کا ثواب مل رہا ہے اسی طرح آیت کریمہ مبارکہ کے اوراد کا ثواب بھی حضرت ثانی علیہ الرحمۃ کے کھاتے اور نامہ اعمال میں لکھا جا رہا ہے۔ بسا اوقات نیا چاند ہونے کی صورت میں واردین کو دقت پیش آتی ہے اور وہ یہ نہیں سمجھ پاتے کہ آیۃ کریمہ کس جمعرات کو ہوگی۔ اس کا ضابطہ اور طریقہ سن لیں اور ذہن نشین کر لیں۔ اگر جمعرات کے دن عربی کی ٢٩ تاریخ ہے اور شام کو چاند نکل آتا ہے تو اس جمعرات کو آیت کریمہ نہیں ہوتی بلکہ اگلی جمعرات کو ہوگی۔ لیکن اگر جمعرات کے دن عربی کی ٣٠ تاریخ ہے تو شام کو لامحالہ چاند نکل آئے گا۔ اس وجہ سے اسی جمعرات کو آیت کریمہ ہوگی۔ یہ ضابطہ ذہن نشین کر لیں۔ گزشتہ جمعرات کو اشکال ہو گیا تھا اس وجہ سے بہت سے ساتھی آج آیت کریمہ کا ختم سمجھ کر تشریف لائے ہیں۔ کوئی بات نہیں انشاءاللہ ان کو ان کی نیت کے اعتبار سے پورا ثواب ملے گا۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک نیت اور خلوص کا ہی اعتبار ہوتا ہے ارشاد ربانی ہے: لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاۤءُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ۔ ترجمہ: اللہ تعالےٰ کے پاس نہ قربانی کے جانوروں کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ اس کا خون بلکہ اس کے

نیت سے یہ اعلان ہوگا تو اللہ تعالےٰ ضرور توفیق دیں گے اور یہ کھلانا اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور رضا کے لیے شامل ہوگا۔ اگر اس طرح سب کرنے لگیں تو نتیجہ میں ایسا ماحول وجود میں آئے گا جس میں اخوت اور بھائی چارے کو فروغ ملے گا اور آپس میں طعن و تشنیع کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اسی طرح برادری کا بھی حق ہے کہ اپنے غریب پڑوسی سے صاف صاف کہہ دیں کہ آپ خواہ مخواہ اپنے آپ کو مقروض بنا رہے ہیں یا تنگ دستی کی وجہ سے شادی مؤخر کر رہے ہیں۔ آپ کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ کریں۔ ہم گھر سے کھانا کھا کر شادی میں آئیں گے یا اپنا کھانا گھر سے لا کر آپ کے پاس کھا لیں گے۔ یہی سُنّتِ نبوی علی صاحبہا السلام ہے۔ لیکن ایسا اس وقت ہوگا جب برادری والے اپنے آپ کو تکبر میں نہ رکھیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ انانیت جب تک دل سے نہ جائے اسلام نہیں آتا۔ انانیت اور اسلام دو متضاد چیزیں ہیں۔ دل سے جتنی انانیت نکلے گی اتنا ہی اسلام آئے گا ورنہ داغی میوہ کی طرح رہے گا۔ اللہ تعالےٰ قرآنی تعلیمات پر عمل کی توفیق دیں۔ آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العلمین

بزم شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ
کا قیام

ٹوبہ ٹیک سنگھ یکم دسمبر: حضرت مولانا محمد عمر لدھیانوی کی اطلاع کے مطابق یہاں پر امام الاولیاء شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کی یاد میں فیصل آباد ڈویژن کی سطح پر ایک تبلیغی اصلاحی انجمن کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جس کی منظوری جانشین امام الہدیٰ حضرت میاں محمد اجمل قادری نے عنایت فرمادی ہے۔ اس انجمن کا نام بزم شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ ہوگا اور انتخاب حسب ذیل ہے:

سرپرست	حضرت مولانا محمد اجمل صاحب قادری مدظلہٗ
صدر	حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ بخاری فیصل آباد خلیفہ مجاز حضرت امام الہدیٰؒ
نائب صدر اول	حاجی ضیاء الدین صاحب درخواستی، فیصل آباد
" " دوم	الحاج حافظ عبدالحمید صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ
ناظم عمومی	حافظ بشیر احمد صاحب عثمانی ٹوبہ ٹیک سنگھ
ناظم نشریات	مولانا محمد اقبال صاحب شیروانی جھنگ صدر
خازن	لالہ انیس الرحمٰن صاحب بٹ ٹوبہ

حضرت شیخ التفسیر امام لاہوری رہ کے مشن اعلاء و اشاعت کلمۃ الحق کو عملی طور پر پھیلانے کے لیے منظم اور مربوط طریقے سے جدوجہد کرنا بزم کے مقاصد میں سرفہرست ہے۔ بزم کے زیر اہتمام ماہانہ مجلسِ ذکر کا آغاز ۶ دسمبر ۱۹۸۵ء سے مرکزی جامع مسجد ٹوبہ میں ہو رہا ہے۔ مجلسِ ذکر صدر بزم حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ بخاری ہر ماہ منعقد کروایا کریں گے۔





اللہ تعالیٰ کے نزدیک خلوص و للّٰہیت کی بہت قدر ہے

اعتدال اور میانہ روی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا طرّۂ امتیاز ہے

روحانی تعلیمات کا مقصد

دلوں کو خلوص و تقویٰ سے مزین کرنا ہے

جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا محمد اجمل قادری

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ۔ اما بعد: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انما الاعمال بالنیات (متفق علیہ)

محترم حاضرین! یہ مجلس ذکر امام الاولیاء حضرت لاہوری قدس سرہٗ العزیز کی یادگار اور باقیات الصالحات ہے۔ حضرت لاہوری علیہ الرحمۃ نے محض چند آدمیوں کو لے کر چھوٹی مسجد میں یہ سلسلہ شروع فرمایا تھا۔ اب الحمد للہ حضرت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی محنتوں اور کاوشوں کی بدولت ایک تناور درخت کی مانند ہو چکا ہے اور آیت کریمہ ہم تمام کے مرشد حضرت ثانی رحؒ کی یادگار ہے۔ جس طرح سے مجلس ذکر کی ابتداء کی وجہ سے حضرت لاہوریؒ کو آج تک اس سلسلہ خیر کا ثواب مل رہا ہے اسی طرح آیت کریمہ مبارکہ کے اوراد کا ثواب بھی حضرت ثانی علیہ الرحمۃ کے کھاتے اور نامہ اعمال میں لکھا جا رہا ہے۔ بسا اوقات نیا چاند ہونے کی صورت میں واردین کو دقت پیش آتی ہے اور وہ یہ نہیں سمجھ پاتے کہ آیتہ کریمہ کس جمعرات کو ہوگی۔ اس کا ضابطہ اور طریقہ سن لیں اور ذہن نشین کر لیں۔ اگر جمعرات کے دن عربی کی ۲۹ تاریخ ہے اور شام کو چاند نکل آتا ہے تو اس جمعرات کو آیت کریمہ نہیں ہوتی بلکہ اگلی جمعرات کو ہوگی۔ لیکن اگر جمعرات کے دن عربی کی ۳۰ تاریخ ہے تو شام کو لامحالہ چاند نکل آئے گا۔ اس وجہ سے اسی جمعرات کو آیت کریمہ ہوگی۔ یہ ضابطہ ذہن نشین کر لیں۔ گزشتہ جمعرات کو اشکال ہو گیا تھا اس وجہ سے بہت سے ساتھی آج آیت کریمہ کا ختم سمجھ کر تشریف لائے ہیں۔ کوئی بات نہیں ان شاء اللہ ان کو ان کی نیت کے اعتبار سے پورا ثواب ملے گا۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک نیت اور خلوص کا ہی اعتبار ہوتا ہے ارشاد ربانی ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ۔

ترجمہ: اللہ تعالےٰ کے پاس نہ قربانی کے جانوروں کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ اس کا خون بلکہ اس کے

پاس تمہارا تقویٰ اور خلوص پہنچتا ہے۔ یہ آیت اگرچہ قربانی کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے اندر ایک نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتے بلکہ اس کے اندر خلوص اور تقویٰ کو دیکھتے ہیں اور اسی کے اعتبار سے اس کا اجر دیا جائے گا۔ یہ سلسلہ ذکر اور روحانیت کی تعلیم اسی وجہ سے دی جاتی ہے تاکہ انسان کے اندر خلوص و للّٰہیت پیدا ہو جائے اور عبادات کا اصلی رنگ چڑھ جائے۔ جو لوگ پچھلی جمعرات کو تشریف نہیں لائے اور آج کی جمعرات کو آیت کریمہ کا ختم سمجھ کر آئے ہیں وہ انشاءاللہ محروم نہیں رہیں گے پھر بھی تلافی مافات کے طور پر تمام ساتھی جماعت کے بعد ۱۵ دفعہ آیت کریمہ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ کر پڑھ لیں۔ انشاءاللہ جو کچھ کمی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے پوری فرما دیں گے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ریاکاری سے بچنے کی توفیق دیں اور خلوص کی دولت سے مالا مال فرمائیں۔ آمین!

ضروری انتباہ

سلسلہ قادریہ میں ذکر بالجہر ہوا کرتا ہے جیسا کہ ہم کرتے ہیں

(باقی ۱۲ پر)

مرسلہ، رُستم علی ناصر پشاور



• اے دل! ذرا انصاف کر۔ اگر ایک یہودی ڈاکٹر تجھ سے یہ کہہ دے کہ تیرے لیے فلاں غذا مُضر ہے تو تُو اس پر ایمان لے آتا ہے اور اس غذا کو چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن تو انبیاء کی بات نہیں مانتا۔ اسی طرح اگر ایک بچہ تجھے مطلع کرے کہ تیرے کپڑوں میں بچھو ہے تو تُو کوئی دلیل مانگے بغیر کپڑے اتار پھینکتا ہے۔ لیکن اگر پیغمبر تجھ سے یہ کہتا ہے کہ تیرے فلاں عمل میں آگ، جہنم، زقّوم اور حمیم نہاں ہیں تو تُو ان سے ہزار دلیل مانگتا ہے۔

• وہی سیاست محکم و مستقل ہے جس کی بنیاد اخلاقی اقدار پر رکھی گئی ہو۔ بادشاہ کا یہ فرض ہے کہ وہ عوام کے لیے ایسے سانچے فراہم کرے جن سے وہ حسین تر بن کر نکلیں۔ اِس مقصد کے لیے نظامِ تعلیم اور بادشاہ کا اپنا کردار بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

تعلیماتِ غزالیؒ

• جنگ آئینی ہو یا غیر آئینی، مسلمانوں کو بجز خدا کے کسی کی امداد کی ضرورت نہیں اور امدادِ الٰہی کی شرط احکامِ الٰہی کی پابندی ہے جس کا سینکڑوں برس تک تجربہ کیا جا چکا ہے۔ جب تک مسلمان سیح مچ مذہبی دیوار بنے رہے دنیا اُن کی جوتیوں سے لگی رہی اور جوں جوں اس میں کمی آتی گئی مسلمان ترقی سے محروم ہوتے چلے گئے

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

• ہمارا یہ دعویٰ کہ ہماری شریعت ایک مکمل قانونِ الٰہی ہے جو ہماری دینی اور دنیوی فلاح و بہبود کا تا قیامِ قیامت ضامن ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم خود ہی اپنا مرض تشخیص کریں اور خود ہی اس کا علاج شروع کر دیں بلکہ ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم قرآنِ حکیم سے اپنا اصل مرض معلوم کریں اور اُسی مرکزِ رشد و ہدایت سے طریقِ علاج معلوم کریں اور اسی پر کاربند ہوں۔ جب قرآن حکیم قیامت تک کے لیے مکمل دستور العمل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اِس نازک حالت میں ہماری رہبری سے قاصر رہے۔

شَیخُ الحَدِیث حضرت مولانا مُحمّد زکریاؒ



شُکر ایسی عبادت ہے جس کی جزاء اللہ تعالےٰ فی الفور عنایت فرماتے ہیں

خود ساختہ طریقوں کا راہی ضلالت کی منزل پر پہنچے گا

اسلاف کی زندگیاں ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں

جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا محمد اجمل قادری مدظلہ العالی

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہِ الکریم: قال اللہ تبارک وتعالیٰ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى ۝
وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝
وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝
فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ، وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

ترجمہ: کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا تھا پھر جگہ دی۔ اور آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا۔ پھر (شریعت کا) راستہ بتایا۔ اور اس نے آپ کو تنگدست پایا پھر غنی کر دیا۔ پھر یتیم کو دبایا نہ کرو اور سائل کو جھڑکا نہ کرو اور ہر حال میں اپنے رب کے احسان کا ذکر کیا کرو۔

محترم حاضرین! گذشتہ جمعہ میں فترۃ الوحی کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی کیفیات اور پھر سلسلہ وحی کی دوبارہ ابتدأ کے متعلق بیان ہوا تھا۔ آج کا بھی یہی مضمون ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر چند دنوں (تقریباً دو سال) کے لئے وحی بند ہو گئی تھی۔ اس وقفہ میں کفار و امرار قریش نے پیارے نبی علیہ السلام کو بہت ستایا، طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انقطاع وحی کی وجہ سے اکثر پژمردہ اور غمگین ہوا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالےٰ سے استغفار کرتے رہتے تھے اور بار بار آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھتے کہ جبرائیل تشریف لا رہے ہوں گے لیکن پھر مایوس ہو جاتے۔ تقریباً دو سال کا عرصہ اسی طرح گذرا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی کا سلسلہ شروع فرمایا اور بہت ہی پیار بھرے انداز میں فرمایا مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى۔ آپؐ کے رب نے نہ آپؐ کو چھوڑا ہے اور نہ بیزار ہوا ہے

وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔

البتہ پچھلی حالت سے پہلی حالت بہت بہتر ہوگی۔ یعنی اے اللہ کے رسول علیہ السلام! اِس فترۃ الوحی کے زمانہ میں جو آپؐ کو مشقتیں برداشت کرنا پڑی ہیں، جو مصائب جھیلنے پڑے ہیں اپنوں اور غیروں کے طعنوں کا تختۂ مشق بننا پڑا ہے وہ رائیگاں نہیں جائے گا۔ اس تھوڑی سی دل آزاریوں کے بدلے اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا عطا فرمائیں گے کہ آپ خوش اور راضی ہو جائیں گے۔

چنانچہ اس کے بعد غور فرمائیے اللہ تعالےٰ نے دنیا میں بھی ترقی عطا فرمائی۔ واقعہ ہجرت کے بعد لوگوں کا جوق در جوق اسلام میں داخل ہونا، اور غزوۂ بدر میں کفار کو شکست فاش ہونا۔ اور عدو اللہ ابو جہل کا مارا جانا، یثرب کا اسلامی سٹیٹ قرار پانا اور مدینۃ الرسول کے نام سے موسوم ہونا۔ دین حق کا بول بالا ہونا اور بعد کی تمام جنگوں میں فتح و کامرانی سے ہمکنار ہونا۔ یہ تمام اسی وعدہ کی تکمیل ہے۔

ایک حدیث میں ہے۔ جب یہ آیت ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرط مسرت سے فرمانے لگے انا لا ارضی و احدٌ امتی فی النار۔ میں تو اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک بھی امتی جہنم میں باقی رہے گا یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے امتیوں کے متعلق فکر۔ کہ پورے دو سال کے بعد محبوب سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔ انگ انگ میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ رہی ہے ایسے موقعہ پر بھی اپنی امت کی فکر ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک کہ میرا ایک امتی بھی جہنم میں ہو گا۔

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی

اللہ تعالےٰ بطور احسان اپنی تین نعمتوں کا ذکر فرماتے ہیں کہ اے میرے حبیب! ہم نے تو آپ کو اس سے پہلے بھی مصیبتوں میں دستگیری کی ہے اور مشقتوں میں کام آتے رہے ہیں۔ قرآن میں اس طرح کی تبلیغ کو تذکیر بآلاء اللہ کہتے ہیں یعنی نعمتوں کو یاد دلا کر اپنی طرف رجوع کرنا۔

نعمتِ اوّل

الم یجدک یتیما فاوی۔

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ہم نے آپؐ کو یتیم پایا۔ ولادت سے قبل ہی والد وفات پا چکے ہیں۔ اور ولادت کے بعد چند سالوں میں والدہ محترمہ دنیا سے رخصت ہوتی ہیں۔ اس وقت آپ کا کون تھا والدین کی طرف سے آپ کی پرورش کے لئے کوئی مال و جائداد بھی نہیں تھا۔ آپؐ بے یار و مددگار عہدِ طفولیت میں تھے اس وقت آپ کے کام کون آیا؟ یہ میرا ہی کرم و فضل تھا کہ میں نے آپ کے لئے دادا جان عبد المطلب کے دل میں رحم و رأفت پیدا کر دیا۔ اور ان کی وفات کے بعد چچا ابوطالب کو سرپرست بنا کر آپ کو ٹھکانہ بخشا۔

نعمتِ ثانی

ووجدک ضالا فھدیٰ

یعنی اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ دین حق کی تلاش میں سرگرداں رہتے تھے۔ تنہائیوں میں متفکر اور غارِ حرا میں متمکن غور و خوض فرماتے تھے۔ ایسی حالت میں آپ کو راہِ ہدایت دکھلائی اور شریعت کے اسرار و رموز سکھلائے۔ اور پہلی ہی وحی کے اندر علم و عرفان کے سمندر آپ کے سینے کے اندر بذریعہ

جبرئیل بھر دئیے اور دنیا کے سب سے بڑے اعزاز منصبِ رسالت پر فائز کر دیا۔

نعمتِ ثالث

وَوَجَدَکَ عَائِلًا فَاَغْنٰی۔

اور اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو تہی دست پایا پھر غنی کر دیا۔ یعنی اے رسولؐ! جب آپ عہدِ طفولیت سے نکل کر جوانی کی دہلیز پر پہنچے اس وقت آپؐ غریب تھے تنگ دست تھے۔ کوئی مال و دولت کا ذخیرہ نہیں تھا ایسی حالت میں ہم نے خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ سفرِ تجارت کا موقع فراہم کیا اور آپؐ کی صداقت و امانت کے طفیل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی زوجیت میں کر دیا تاکہ مال و زر کی کمی محسوس نہ ہو۔

محترم حاضرین! حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت مالدار تھیں۔ لوگ آپ سے مال لے کر تجارت کرتے اور نفع میں شریک ہوتے تھے۔ اللہ تبارک تعالےٰ نے ان کو حضور اقدس علیہ السلام کی زوجیت میں دے کر مال و دولت کی جانب سے بے فکر کر دیا۔ تاکہ آپ اپنے خالق کی طرف زیادہ بے فکری سے توجہ کریں اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو اعزاز دیا جانے والا ہے اس کے لئے پہلے سے ہی تیار رہیں۔

فامّا الیتیم فلا تقھر۔

اللہ تعالےٰ نے اپنی تین نعمتوں کا ذکر فرما کے اس کے ساتھ ہی آئندہ کے لئے لائحہ عمل کے طور پر آپؐ کو اور آپؐ کے پیروکاروں کو تین حکم فرماتے ہیں۔

حکم ۱: یتیم کو نہ دبایا کرو۔ یعنی اے نبی علیہ السلام! آپ عہدِ طفولیت میں یتیم تھے اللہ تعالےٰ نے آپ پر احسانِ عظیم فرمایا اور آپ کے لئے دادا عبد المطلب اور چچا ابوطالب کو سرپرست بنا دیا۔ اب آپ کسی یتیم کو نہ دبائیے گا۔ امت کو خطاب اس طرح ہوگا اے لوگو! تم یتیم کو کبھی نہ دبایا کرو کیونکہ تمہارا رسول علیہ السلام کسی زمانے میں یتیم رہ چکا ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نے عہدِ طفولیت میں کفالت فرمائی اسی طرح وہ ہر یتیم کی کفالت کرتا اور نگہبان ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ اس کا کوئی نہیں ہے بایں وجہ تم اس کا مال دبا لو اور ان کے حقوق پر انہیں لاوارث سمجھ کر مسلط و قابض ہو جاؤ۔

اللہ تعالےٰ ہماری اس قوم پر رحم فرمائے یہ یتیموں کو دبانے میں سب سے آگے ہے۔ شہری قسم کے مالدار لوگ بہنوں کو اپنے مال میں سے جائداد نہیں دیتے اور اس کا حق دبا لیتے ہیں۔ یاد رکھئے! یہ بہنیں بھی یتیم ہیں کیونکہ ان کا بھی ماں باپ نہیں ہوتا۔ ان کا حق دبانے والا قیامت کے دن منہ چھپائے پھرے گا پھر بھی خدا کے عذاب سے فرار اختیار نہیں کر سکے گا۔

حکمِ ثانی

واما السائل فلا تنھر۔

آپ کسی سائل کو نہ جھڑکا کیجئے یعنی اے اللہ کے رسول علیہ السلام! آپ خدا کے در پہ سائل تھے، حق کی تلاش میں سرگرداں غارِ حرا کا چکر لگایا کرتے تھے۔ اور حقیقت کو جان لینے کے لئے ہر لمحہ کوشاں رہتے تھے۔ ایسے میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو علم و عرفان سے نوازا اور اسرار شریعت سے آگاہ کیا۔ سو آپ بھی کسی سائل کو تنگ نظروں سے نہ دیکھئے گا اور اگر کوئی دین کا متلاشی اور راہِ ہدایت کا متمنی ہو تو اسے واپس نہ بھیجئے گا

بلکہ اسے اپنے منبع عرفان و حکمت سے خوب سیراب کیجئے گا۔ دوسری صورت میں یہ خطاب عامۃ المسلمین کو ہوگا۔ اے لوگو! اگر تمہارے پاس کوئی سائل (خواہ مالی ہو یا علمی) اسے نہ جھڑکا کرو۔ اگر تمہارے پاس ہو تو دے دیا کرو ورنہ قولو لھم قولًا لیّنًا ان سے نرمی سے بات کیا کرو اور معذرت کر لیا کرو۔

حکم ثالث

واما بنعمت ربک فحدث۔

یعنی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہر حال میں خواہ عسرت کا ماحول ہو یا فراخی کا وقت ہو اپنے رب کے احسانوں کا ذکر کیا کیجئے۔ اور اس پر شکر بجا لائیے۔ کیونکہ اگر اس کا احسان ایک پل کے لئے بھی رُک جائے تو کسی کی ہمت نہیں کہ وہ اس دنیا میں ایک لمحہ کے لئے بھی پَر مار سکے اور اس سے بے نیاز ہوکر زندہ رہ سکے۔ دوسری صورت میں خطاب عامۃ المسلمین کو اس طرح ہوگا کہ اے لوگو! ہر وقت اپنے ربّ کے احسانات کا ذکر کیا کرو۔ کیونکہ یہ بھی ایک طریقہ شکر کا ہے اور شکر ہی ایک ایسی عبادت ہے جس کی جزا اللہ تعالےٰ فی الفور اضعافًا مضاعفۃً کرکے عنایت فرماتے ہیں ارشاد ہے:-

لَئِنْ شکرتم لازیدنّکم

اگر تم شکر کروگے تو میں بہت ہی زیادہ دوں گا۔

ماہ ربیع الاوّل ہم سے رخصت ہو رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اسی ماہ میں ہوئی تھی۔ بے شک یہ بھی اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اس کا بیان اور اس پر شکر بھی نہایت ضروری ہے احسان مندی کا طریقہ تو یہ ہے کہ اس کا بار بار ذکر کیا جائے اور ہر وقت اس پر شکرگذاری کی جائے نہ کہ کوئی خاص وقت یا کسی خاص ماہ کے لئے موقت کر دیا جائے۔ یہ طریقہ غلط ہے۔ ہمارے اسلاف نے خاص کر ماہ ربیع الاوّل کو جشن میلاد یا حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت پر خوشی و مسرّت اور شکرو احسانمندی کے لئے کبھی خاص نہیں فرمایا ہے بلکہ اس طریقہ کے خلاف ہیں جو آج کل عوام الناس میں رائج ہے۔

محترم حاضرین! جب تک ہم اپنے اسلاف کے طریقوں پر چلتے رہیں گے اور ان کی تقلید کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھیں گے کامیابی و کامرانی ہمارے قدم چومے گی اور جب ہم اسلاف کے طریقوں سے ہٹ کر خود ساختہ طریقوں پر گامزن ہوں گے۔ دنیا و آخرت میں ہماری ہلاکت مقدر ہوگی

بقیہ : مجلس ذکر

لیکن جہر صرف اتنا ہونا چاہئے جتنا مکھی کی بھنبھناہٹ کی آواز ہوتی ہے۔ ہر چیز کے کچھ نہ کچھ آداب اور طریقے ہوتے ہیں۔ ذکر بالجہر کا طریقہ یہی ہے کہ صرف پاس والا ساتھی بمشکل سن سکے۔ زبان سے شور ہو اور اندر کوئی زور نہ ہو۔ اس سے زیادہ فائدہ اس میں ہے کہ زبان پر کم شور ہو اور اندر پورا زور ہو۔ اعتدال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا طرۂ امتیاز ہے۔ آپ بھی اعتدال اختیار کریں۔ بہت سے ساتھی صرف شور مچانے اور آواز کے ساتھ آواز ملانے میں لگے رہتے ہیں۔ بسا اوقات شیخ کی توجہ ہوتی ہے لیکن طالب غافل رہتا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔ آمین!

وصال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

راشد شکور، سیالکوٹ

کسی نبی یا رسول کا اس وقت تک انتقال نہیں ہوتا جب تک کہ اُس کا مقصدِ بعثت پُورا نہ ہو جائے۔ جب اُس کا مشن پورا ہو جاتا ہے تو اُسے اختیار دے دیا جاتا ہے چاہے تو دنیاوی زندگی اختیار کر لے اور چاہے تو اخروی حیاتِ ابدی کو اپنا لے۔ عام انسانوں کی طرح انبیاء بھی وفات پاتے ہیں[1] لیکن نبی اور غیرنبی کی وفات میں فرق ہوتا ہے۔ غیرنبی کی موت تو اس طرح ہے کہ جلتے ہوئے چراغ کو پھونک مار کر گل کر دیا جائے اور نبی کی وفات اس طرح ہے کہ جلتے ہوئے چراغ پر گلوب رکھ دیا جائے اور چراغ بجھنے نہ پائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی قوم میں مبعوث ہوئے اور ۶۳ برس زندہ رہ کر اس دارفانی سے رحلت فرما گئے۔ انک میّت[2] وانھم میتون۔ ہمارا ایمان ہے کہ دستِ اجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک نہیں چھوا جب تک کہ آپؐ نے ایک ایک مسلمان کی اصلاح اور تزکیۂ نفس نہیں کر دیا اور جب تک کہ آپؐ کی بعثت کا مقصد پُورا نہیں ہُوا۔ جب مقصدِ بعثت پورا ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بات کا اختیار دے دیا گیا کہ جی چاہے تو دنیاوی زندگی کا آرام لے لیں یا اخروی زندگی کا اکرام لے لیں لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔

جب مائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور دینِ اسلام پر اپنی رضامندی کی مہر لگا دی"۔ تو اس وقت اکابر صحابہ رضؓ نے سمجھ لیا تھا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا وقت قریب آگیا ہے۔ اسی طرح جب سورہ نصر نازل ہوئی تھی تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس کے معنی بیان کرنے کو فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا "اس میں علامت ہے آنحضورؐ کی اجل کی"۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں بھی یہی سمجھتا ہوں"۔

حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریمؐ نے حمد و ثنا کے بعد اپنے خطبے کا اس کربناک فقرے سے آغاز فرما کر دنیا سے رخصت ہو جانے کی دردناک خبر دی:

"اے لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ آج کے بعد میں اور تم اس اجتماع میں کبھی دوبارہ جمع نہیں ہوں گے"۔

جس جس نے یہ فقرہ سُنا تڑپ اُٹھا۔ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منوّرہ پہنچ کر عالم بقا کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔

ایک روز (۱۸ یا ۱۹ صفر ۱۱ھ) نصف شب کو آپ جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ واپس تشریف لائے تو مزاج مبارک ناساز ہو گیا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق ۲۹ صفر بروز دوشنبہ ایک جنازے سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں دردِ سر سے علالت کا آغاز ہو گیا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر رومال بندھا تھا۔ میں نے ہاتھ لگایا، یہ اس قدر جل رہا تھا کہ ہاتھ کو اس کی تپش برداشت نہ ہوئی اسی روز سے مرض میں اضافہ شروع ہو گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب

---

[1] فعل حال کے صیغے کا استعمال محض اسلوبِ بیان ہے اسے کسی غلط نظریہ پر محمول نہ کیا جائے ورنہ اسلامی بنیادی عقائد کی رو سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نبوت ختم کر دی گئی ہے اور آپؐ آخری نبی ہیں۔

[2] زمر: ۳۰

کبھی بیمار ہوتے تھے تو یہ دُعا اپنے ہاتھوں پردم کرکے جسم اطہر پر پھیرا کرتے تھے،

"اے مالکِ انسانیت خطرات دُور فرما دے۔ اے شفا دینے والے شفا عطا فرما دے، شفا وہی ہے جو تو عنایت فرمائے۔ وہ صحت عطا فرما کہ کوئی تکلیف باقی نہ رہے۔"

اس مرتبہ میں نے مذکورہ دُعا پڑھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر دم کرکے یہ چاہا کہ جسم اطہر پر پھیر دوں مگر حضورؐ نے ہاتھ پیچھے ہٹا لیے اور ارشاد فرمایا۔ "اے اللہ معافی اور اپنی رفاقت عطا فرما دے۔"

کبھی مرض میں اضافہ ہو جاتا اور کبھی افاقہ، نقاہت بہت ہو چکی تھی۔ وفات سے پانچ روز پہلے ایک پتھر کے ٹب میں بیٹھ کر سات مختلف کنوؤں کی سات مشکیں سر مبارک پر ڈلوائیں۔ اس ترکیب سے قدرے افاقہ ہوا تو مسجد میں تشریف لائے اور مسلمانوں کو ہدایات دینا شروع کیں:

"مسلمانو! تم سے پیشتر ایک قوم ہو گزری ہے جس نے اپنے انبیاء و صلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا تم ایسا نہ کرنا۔ ان یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے قبور انبیاء کو سجدہ گاہ بنا یا۔"

پھر فرمایا۔ "میری قبر کو وہ قبر نہ بنا دینا کہ اس کی پرستش شروع ہو جائے۔"

پھر فرمایا۔ "مسلمانو! اس قوم پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے جو نبیوں کی قبروں کو مساجد بنا دے۔"

پھر فرمایا۔ "دیکھو میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں دیکھو اب بھی یہی وصیت کرتا ہوں، اے اللہ تو گواہ رہنا، گواہ رہنا۔"

اس کے بعد عالم آخرت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"اِک آدمی کو اللہ کا حکم ہوا کہ اگر اس کا ارادہ ہو وہ عالم مادی کا آرام لے اور اگر اس کا ارادہ ہو وہ اکرام لے کہ اللہ کے گھر ہے اس لیے اس آدمی کی رائے ہوئی کہ وہ اللہ کے گھر کو راہی ہو لے۔"[1]

اتنا سننا تھا کہ رمز شناس نبوت صدیق اکبرؓ بے اختیار رو اٹھے اور عرض کیا۔ "اے اللہ کے رسولؐ ہمارے والدین، ہماری جانیں، ہمارے زر و مال سب کچھ آپ پر قربان۔"

لوگوں کو تعجب ہوا کہ حضورؐ تو ایک شخص کا واقعہ سنا رہے ہیں پھر یہ کیوں روتے ہیں؟ مگر یہ بات تو وہ سمجھ چکا تھا جو رو رہا تھا۔

اس کے بعد آپؐ نے امورِ مملکت کی طرف توجہ فرمائی اور حکم دیا کہ "حضرت اسامہ بن زیدؓ شام پر حملہ آور ہوں اور اپنے شہید والد کا انتقام لیں۔"

اس پر منافقین کہنے لگے ایک معمولی نوجوان کو اکابرِ اسلام پر سپہ سالار مقرر کر دیا؟

اس سلسلے میں پیغمبر مساواتؐ نے ارشاد فرمایا۔ "آج اسامہ کی سرداری پر تمہیں اعتراض ہے اور کل اس کے باپ زید کی سرداری پر تم کو اعتراض تھا۔ وہ بھی اس منصب کے مستحق تھے اور یہ بھی۔ وہ بھی مجھے سب سے زیادہ عزیز تھے اور ان کے بعد یہ بھی سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ پھر آپؐ نے اپنے بارے میں فرمایا۔ "حرام و حلال کے تعین کو میری طرف منسوب نہ کرنا۔ میں نے وہی چیز حلال کی ہے جسے قرآن نے حلال کیا ہے اور اسی کو حرام قرار دیا ہے جسے خدا نے حرام کیا ہے۔" پھر اپنے اہلِ خانہ کو متنبہ فرمایا کہ وہ نبی کے رشتہ پر ناز نہ کرنے لگیں اور عمل سے بے گانہ نہ ہو جائیں۔ "اے رسول کی بیٹی فاطمہ، اے پیغمبرِ خدا کی پھوپھی صفیہ! خدا کے ہاں کے لیے کچھ کر لو۔ میں تمہیں خدا کی گرفت سے نہیں بچا سکتا۔"

وفات سے چار روز قبل کا واقعہ ہے کہ آپؐ نے حضرت فاطمہ کو بُلا بھیجا۔ وہ تشریف لے آئیں۔ ان کے کان میں کچھ کہا۔ وہ رونے لگیں۔ پھر کان میں کچھ فرمایا وہ مسکرا دیں۔ حضرت عائشہ رضؓ کے دریافت کرنے پر حضرت فاطمہ رضؓ نے کہا۔ "آپؐ نے پہلی دفعہ اسی مرض میں انتقال کرنے کا فرمایا تھا۔ میں رونے لگی تو فرمایا میرے خاندان میں سب سے پہلے تمہیں مجھ سے آ کر ملو گی تو میں مسکرانے لگی۔"

آمد و رفت کی طاقت جب تک رہی مسجد میں بغرضِ امامت تشریف لاتے رہے۔

---

[1] غیر منقوط کتاب "ہادی عالم" سے یہ پیرا لیا گیا ہے۔
مصنف مولانا محمد ولی رازی مدظلہ

سب سے آخری نماز جو آپؐ نے پڑھائی، وہ اسی دن کی مغرب کی نماز تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ بحکم نبویؐ فریضۂ امامت انجام دیتے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حیاتِ پاک نبویؐ میں اس طرح سترہ نمازیں پڑھائیں۔

وفاتِ مبارکہ سے ایک روز پہلے صبح بیدار ہوئے تو سب سے پہلا کام یہ کیا کہ تمام غلاموں کو جو چالیس تھے، آزاد فرما دیا۔ پھر اثاث البیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اُس وقت کل دولت صرف سات دینار تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ مطہرہؓ سے فرمایا۔ "انہیں غرباء میں تقسیم کر دو۔ مجھے شرم آتی ہے کہ رسول اپنے اللہ سے ملے اور اس کے گھر میں دولتِ دُنیا پڑی ہو۔ اس ارشاد پر گھر کا صفایا کر دیا گیا حتیٰ کہ آخری رات کاشانۂ نبوتؐ میں چراغ جلانے کے لیے تیل تک موجود نہیں تھا۔ یہ ایک پڑوسی سے اُدھار لیا گیا۔ کچھ ہتھیار تھے جو مسلمانوں کو ہبہ کر دیے گئے۔ زرہ نبویؐ تیس صاع جو کے عوض ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔

مرض میں اشتداد و تخفیف ہوتی رہی۔

جس دن وفاتِ مبارکہ ہوئی بظاہر طبیعت پُرسکون تھی۔ حجرہ مبارک مسجد سے ملا ہوا تھا۔ مسجد میں نمازِ فجر ادا کی جا رہی تھی۔ آپؐ نے حجرہ اور مسجد کا درمیانی پردہ سرکا کر دیکھا تو فرطِ مسرت سے مُسکرا اُٹھے کیونکہ آپؐ کی پاک تعلیمات کا عملی نتیجہ سامنے تھا۔ لوگوں نے آہٹ محسوس کرکے خیال کیا کہ باہر آنا چاہتے ہیں۔ جوشِ مسرت سے تمام لوگ بے قابو ہو گئے۔ قریب تھا کہ نمازیں ٹوٹ جاتیں، حضرت ابوبکرؓ نے جو فرضِ امامت نبھا رہے تھے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں لیکن آپؐ نے اشارے سے منع فرما دیا اور اپنا جمال مُبارک ایک جھلک دکھلا کر پردہ ڈال دیا۔ یہ رفیقانِ نبوتؐ کے لیے آخری جلوہ زیارت تھا۔ صحیح مُسلم میں ہے کہ اس قدر نقاہت تھی کہ آپؐ پردہ بھی اچھی طرح نہ ڈال سکے۔ حضرت انس بن مالکؓ کا بیان ہے کہ آپؐ کا چہرۂ اقدس مصحف کا ورق معلوم ہوتا تھا یعنی بالکل سپید تھا۔

جیسے جیسے آفتاب بلند ہوتا جاتا تھا آپؐ پر غشی طاری ہوتی جاتی تھی۔ کبھی افاقہ بھی ہو جاتا تھا۔ حضرت فاطمہؓ یہ دیکھ کر کراہ اٹھیں "واکرب اباہ" (ہائے میرے اباکی بے چینی) آپؐ نے فرمایا۔ "آج کے بعد تمہارا باپ بے چین نہ ہوگا۔" حضرت عمرؓ جیسا صاحب جلال آدمی بھی بے اختیار بول اٹھا۔ "ہائے غشی، رسول اللہؐ کو غشی کس قدر سخت ہے۔" جب افاقہ ہوتا تو فرماتے "اے اللہ! موت کی تکلیف میں میری مدد فرما۔"

آپؐ کی وفات کا وقت قریب آ رہا تھا حضرت فاطمہؓ اپنے اباؐ کا درد و کرب دیکھ کر رو رہی تھیں۔ آپؐ کے سینۂ مُبارک سے لپٹ گئیں۔ حضورؐ نے تشفی دیتے ہوئے فرمایا۔ "میری بیٹی! رو نہیں، میں دُنیا سے رخصت ہو جاؤں تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنا اسی میں ہر شخص کے لیے سامانِ تسکین ہے۔" بیٹی نے عرض کیا۔ "آپؐ کے لیے بھی؟" فرمایا۔ "ہاں میرے لیے بھی۔" پھر حضرات حسنینؓ بہت غمگین تھے۔ پاس بُلایا اور دونوں کو چُوما۔ پھر اُن کے احترام کی وصیت فرمائی۔ پھر ازواجِ مطہراتؓ کو طلب فرمایا اور انہیں نصیحتیں فرمائیں۔ پھر حضرت علیؓ کو طلب کیا۔ انہوں نے حضورؐ کے سر مبارک کو گود میں رکھ لیا۔ انہیں بھی نصیحت فرمائی۔ اس کے بعد ایک دم اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ "نماز۔ نماز، لونڈی، غلام اور پسماندگان۔" اب نزع کا وقت آ پہنچا تھا۔ آپؐ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ پاس پانی کا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ اس میں ہاتھ ڈالتے اور چہرۂ اطہر پر پھیر لیتے۔ کبھی چادر منہ پر ڈال لیتے اور کبھی ہٹا لیتے۔ سینہ مبارک میں سانس کی گڑگڑاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ چہرۂ اقدس کبھی سرخ ہو جاتا اور کبھی زرد پڑ جاتا۔ زبانِ مبارک آہستہ آہستہ ہل رہی تھی "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ان للموت سکرات" (خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور موت تکلیف کے ساتھ ہے)۔ اس کے بعد مسواک فرمائی۔ یک لخت انگلی سے اشارہ فرمایا جیسے کہیں جا رہے ہوں اور تین دفعہ کہا۔ "بل الرفیق الاعلٰی بل الرفیق الاعلٰی بل الرفیق الاعلٰی (اب کوئی نہیں بلکہ وہ بڑا رفیق درکار ہے)۔ تیسری آواز پر ہاتھ لٹک گئے۔ مُبارک آنکھیں اوپر کو اٹھ گئیں اور روح پاک عالم قدس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پہنچ گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

یہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ دوشنبہ کا دن اور چاشت کا وقت تھا۔ عُمر مبارک قمری حساب سے ۶۳ برس ۴ روز ہوئی۔ اس حادثۂ عظیم پر جو قیامت ٹوٹ پڑی اس کا نقشہ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے نہایت دردناک پیرائے میں کھینچا ہے:

"خبرِ وفات کے بعد مسلمانوں کے جگر کٹ گئے۔ قدم لڑکھڑا گئے، چہرے بُجھ گئے۔ آنکھیں خون بہانے لگیں، ارض و سما سے خون آنے لگا۔ سورج تاریک ہوگیا۔ آنسو بہہ رہے تھے اور تھمتے نہیں تھے۔ کئی صحابہ حیران و سرگرداں ہوکر آبادیوں سے نکل گئے۔ کوئی جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ جو بیٹھا تھا بیٹھا رہ گیا۔ جو کھڑا تھا اس کو بیٹھ جانے کا یارا نہ ہو۔ مسجدِ نبویؐ قیامت سے پہلے قیامت کا نمونہ پیش کر رہی تھی۔[1] حضرت عمرؓ تلوار لے کر کھڑے ہوگئے تھے کہ رسول کریمؐ کی وفات نہیں ہوئی۔" جو یہ کہے گا کہ محمدؐ وفات پا گئے ہیں اس کی گردن اڑا دوں گا۔"[2]

لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا یقین نہیں آتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کو نبی کریمؐ سے اتنی شدید محبت تھی کہ آپؐ سے جُدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ صحابہؓ کو تب آپ کی وفات کا یقین ہوا جب حضرت ابوبکرؓ نے اس حادثۂ عظیم پر کمالِ صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ آپ سنح گئے ہوئے تھے۔ وہاں سے فوراً واپس آئے اور سیدھے حجرے مبارک میں گئے۔ چہرہ اقدس سے کپڑا اٹھا کر جبینِ نبوت پر بوسہ دیا پھر چادر سے ڈھک دیا اور رو کر کہا۔ "میرے والدین حضورؐ پر قربان، آپ کی زندگی بھی پاک تھی اور موت بھی پاک ہے۔ واللہ اللہ آپ پر دو موتیں وارد نہیں کرے گا۔ یہی ایک موت تھی جو آپؐ پر لکھی ہوئی تھی۔" اس کے بعد آپ مسجدِ نبوی میں تشریف لائے۔ یہاں کہرام مچا ہوا تھا آپ نے ایک زوردار خطبہ ارشاد فرمایا۔ سب سے پہلے حمد و ثنا کے بعد سورہ زمر کی یہ آیت پڑھی

(ترجمہ) تو بھی مرنے والا ہے
اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔"

پھر فرمایا۔ "تم میں سے جو شخص محمدؐ کو پوجتا ہے وہ جان لے کہ محمدؐ وفات فرما گئے اور جو خدا کی پرستش کرتا ہے وہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا" پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

(ترجمہ) "نہیں ہیں محمدؐ مگر ایک رسول
ان سے پہلے رسول گذر چکے ہیں۔ کیا اگر
وہ مرجائیں یا شہید ہو جائیں تو تم دین
سے برگشتہ ہو جاؤ گے۔ جو شخص
برگشتہ ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان
نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ عنقریب
شکرگذاروں کو جزا دے گا۔"

اس آیت پاک کو سُن کر مسلمان سنبھل گئے اور انہیں یقین ہوگیا کہ رسول اللہؐ رحلت فرما گئے ہیں۔

سہ شنبہ سے تجہیز و تکفین کا کام شروع ہوا۔ جب غسل دے دیا گیا تو تین سفید سوتی کپڑے سحول کے بنے ہوئے کفن میں دیے گئے۔ ان میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ جنازہ تیار ہوگیا تو لوگ نماز کے لیے ٹوٹ پڑے۔ پہلے کنبے والوں نے جنازہ پڑھا، پھر مہاجرین نے پھر انصار نے، مردوں نے الگ جنازہ پڑھا، عورتوں نے الگ اور بچوں نے الگ لیکن کوئی امام نہ تھا

تو خود امام الرسل ہے آقاؐ
بنا نہ کوئی امام تجھ پر

تدفین مبارک شب چہارشنبہ کو یعنی رحلت سے تقریباً ۳۲ گھنٹے بعد عمل میں آئی۔ اب سوال پیدا ہُوا کہ دفن کہاں کیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ "میں نے رسول اللہؐ سے سُنا ہے کہ نبی جس مقام پر فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔" چنانچہ اسی جگہ حضرت

---

[1] انسانیت موت کے دروازے پر ص۳۱

[2] حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ فاروق اعظمؓ خوب جانتے تھے کہ آپؐ پر ایک دن ضرور موت آئے گی لیکن اُن کا گمان یہ تھا کہ جو صورتحال پیش آئی ہے وہ موت نہیں بلکہ کسی باطنی مشغولی کی بنا پر حواس ظاہری کا تعطل ہے (باقی حاشیہ اگلے کالم پر)

(بقیہ حاشیہ)

جیسا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اثنائے وحی میں واقع ہوتا تھا۔ صدیق اکبرؓ کے خطبہ سے اُن کا یہ خیال جاتا رہا اور حقیقتِ حال اُن پر منکشف ہو گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور صحت کی حفاظت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سرورِ کائنات کی رحمت ہماری زندگی پر محیط ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف انتہائی علوئے باطنی کی تعلیم دی بلکہ وہ اصول بھی عطا فرمائے جن کی بدولت ہم قابلِ رشک صحت حاصل کر کے امنگوں سے بھرپور زندگی گذار سکتے ہیں۔

صحت خدا کی عظیم نعمت بھی ہے اور امانت بھی۔ صحت کی حفاظت اور نگہداشت میں کوتاہی نہیں برتنی چاہیے۔ کیونکہ ایک بار اگر صحت خراب ہو جائے تو صحت یاب ہونے کے بعد بھی اس کے مضر اثرات دیمک کی طرح چمٹے رہتے ہیں اور انسانی زندگی کے درخت کو کھوکھلا کرتے رہتے ہیں۔ صحت کی طرف سے غفلت برتنے سے نہ صرف جسمانی حالت متأثر ہوتی ہے بلکہ دماغی تندرستی پر بھی بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ نحیف و کمزور جسموں میں دماغ بھی کمزور ہوتے ہیں۔ نحیف و کمزور لوگوں کی کارکردیاں بھی حوصلہ شکن ہوتی ہے۔ زندگی صحت، امنگوں، ولولوں اور حوصلوں سے محروم ہو اور ارادے کمزور جذبات سرد اور مضمحل ہوں تو ایسی مضمحل زندگی جسمِ ناتواں کے لیے وبالِ جان بن جاتی ہے۔

زندگی میں مومن کو جو اعلیٰ کارنامے انجام دینے ہوتے ہیں اور خلافت کی جس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا پڑتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ جسم میں جان اور عقل و دماغ میں قوت ہو، ارادوں میں مضبوطی اور حوصلوں میں بلندی ہو اور زندگی ولولوں، امنگوں اور اعلیٰ جذبات سے بھرپور ہو۔ زندہ اور ترقی یافتہ قومیں صحت مند افراد کا مجموعہ ہوتی ہیں اور یہی قومیں کارگاہِ حیات میں غیر معمولی کارنامے انجام دے کر نہ صرف دوسری قوموں سے اپنی عظمت کا لوہا منوا لیتی ہیں بلکہ تاریخ کے صفحات میں بھی ان کے نام سرِ فہرست لکھے جاتے ہیں۔

احادیثِ نبویؐ اور سُنّتِ رسولؐ سے ہم صحت کی حفاظت کا ایک لائحہ عمل مرتب کر سکتے ہیں جو ایسے بنیادی اصولوں پر مشتمل ہے جو صحت و تندرستی کی حفاظت میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ہمیشہ خوش و خرم ہشاش بشاش اور چاق و چوبند رہنا چاہیئے اور غم و غصّہ حسد، جلن، بدخواہی، مُردہ دلی کو اپنے آپ سے دُور رکھنا چاہیئے۔ یہ اخلاقی بیماریاں اور دماغی الجھنیں معدے کو بُری طرح متاثر کرتی ہیں اور معدہ ہی صحت کی درستی میں اہم ترین کردار ادا کرتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: سیدھے سادے رہو، میانہ روی اختیار کرو اور ہشاش بشاش رہو۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھیل کود اور جسمانی محنت کو پسند فرمایا کرتے تھے اور ان کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تیراکی سے بھی دلچسپی تھی۔ ایک بار آپؐ اپنے چند صحابہؓ کے ساتھ تالاب کے پاس سے گزرے۔ آپؐ نے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس تالاب میں تیراکی سیکھی تھی۔ اسی طرح ایک دفعہ آپ نے تیرنے والوں میں سے ہر ایک کی جوڑی مقرر فرما دی کہ ہر آدمی اپنے ساتھی کی طرف تیر کر پہنچے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ آپ کے ساتھی قرار پائے۔

آپؐ تیرتے ہوئے اُنؓ تک پہنچے اور جاکر اُن کی گردن میں ہاتھ حمائل کر دیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھڑ سواری سے بھی شغف تھا۔ آپؐ اپنے گھوڑے کی نگہداشت اور دیکھ بھال خود فرمایا کرتے تھے۔ اپنی آستین سے اس کا منہ صاف کرتے، اس کی گردن کے بالوں کو اپنی انگلیوں سے بٹتے اور فرماتے۔ ”بھلائی اس کی پیشانی سے قیامت تک کے لیے وابستہ ہے۔ آپؐ گھڑ دوڑ اور اونٹوں کی دوڑ کا بھی اہتمام کیا کرتے تھے۔ اونٹوں کی دوڑ میں آپؐ کی اونٹنی بھی دوڑا کرتی تھی۔

مروّجہ فنون حربی سے بھی واقفیت حاصل کرنی چاہیئے۔ اس کے استعمال سے نہ صرف جسمانی ورزش ہوتی ہے بلکہ ابتدائی عسکری تربیت بھی حاصل ہو جاتی ہے اور آدمی فریضۂ جہاد کے لیے تیار ہو جاتا ہے جو ہر مسلمان کا ایک اہم فریضہ ہے۔ حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تیر چلانا سیکھو، گھوڑے پر سوار ہوا کرو۔ تیر اندازی کرنے والے مجھے گھڑ سواروں سے بھی زیادہ پسند ہیں اور جس نے تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دی اُس نے خدا کی نعمت کی ناقدری کی۔“

حضرت ابو امامہ رضؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”سادہ زندگی گزارنا ایمان کی علامت ہے۔ اسی طرح جب آپؐ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن کا گورنر مقرر فرمایا اور انہیں رخصت فرمانے لگے تو ہدایت فرمائی۔ ”معاذ! اپنے کو عیش کوشی سے بچائے رکھنا، اس لیے کہ خدا کے بندے عیش کوش (تن آسان) نہیں ہوتے۔“

اسی طرح خواتین کو بھی چاہیئے کہ وہ متحرک اور فعّال زندگی گزاریں۔ گھر کے کام کاج اپنے ہاتھ سے انجام دیں اور ہلکی پھلکی نسوانی ورزشیں بھی اختیار کریں۔ صحابیہؓ عورتیں اپنے گھروں کا کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں باورچی خانے کا کام خود کرتیں، چکّی پیستیں، پانی بھر کر لاتیں، کپڑے دھوتیں اور سینے پرونے کا کام بھی کیا کرتی تھیں۔ اس کے علاوہ ضرورت پڑنے پر میدانِ جنگ میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور پانی پلانے کا نظم بھی سنبھالتیں۔

سونے میں اعتدال رکھنا چاہیئے۔ نہ اتنا زیادہ سونا چاہیئے کہ طبیعت بوجھل اور سست ہو جائے اور نہ ہی سونے میں اتنی کمی ہونی چاہئے کہ اعصاب پر بوجھ محسوس ہو، سحر خیزی کی عادت ڈالنی چاہیئے اور صبح سبزہ زار پر ٹہلنا چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باغ کی تفریح پسند فرماتے تھے اور کبھی کبھی خود بھی باغ میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

نظامِ ہاضمہ کی درستی اور حفاظت کا پورا پورا اہتمام ہونا چاہیئے۔ معدہ کا بہتر اور درست فعل ہی صحت کا ضامن ہے۔ نظامِ ہاضمہ صحیح نہ رہے تو سینکڑوں بیماریاں جنم لینے لگتی ہیں۔ نظام ہاضمہ کے درست فعل کے لیے ہمیشہ سادہ اور زود ہضم غذا پر انحصار کرنا چاہیئے اور مرغن اور ثقیل اشیاء سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ کھانا ہمیشہ اطمینان اور سکون سے چبا چبا کر کھانا چاہیئے۔ غم و غصہ اور گھبراہٹ کے عالم میں کھانے سے احتراز کرنا چاہیئے، کیونکہ ان حالتوں میں کھانا کھانے سے معدے پر بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ غذا ہمیشہ بھوک سے کچھ کم استعمال کرنی چاہیئے۔ جب کچھ بھوک باقی ہو تو ہاتھ روک لینا چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”معدہ بدن کے حوض کی مانند ہے اور رگیں اس حوض سے سیراب ہونے والی ہیں۔ پس اگر معدہ صحیح اور درست ہے تو رگیں بھی صحت سے سیراب لوٹیں گے اور اگر معدہ ہی خراب اور بیمار ہے تو رگیں بیماری چوس کر لوٹیں گی۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی پسند فرماتے تھے۔ زیادہ پتلی اور میدے کی چپاتی پسند نہ تھی۔ بہت زیادہ گرم کھانا جس سے بھاپ نکلتی ہوتی، نہ کھاتے بلکہ ٹھنڈا ہونے کا انتظار فرماتے۔ گرم کھانے کے بارے میں فرماتے تھے کہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔ غذاؤں میں آپ کو کدّو، دودھ اور گوشت خاص طور سے پسند تھے۔ آپؐ دست گردن اور پشت کا گوشت رغبت سے کھاتے تھے۔ کم خوری کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ ”ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کے لیے کافی ہے۔

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر کے لیے قیلولہ کرنا چاہیئے اور سخت کاموں سے احتراز کرنا چاہیئے جبکہ رات کے کھانے کے بعد تھوڑی دیر چہل قدمی کرنی چاہیئے۔ اس سلسلہ میں عربی کا ایک مشہور مقولہ بھی ہے کہ دوپہر کا کھانا کھاؤ تو دراز ہو جاؤ اور رات کا کھانا کھاؤ تو چہل قدمی کرو۔

نظام ہاضمہ کی درستی کے سلسلے کا ایک ذیلی عمل دانتوں کی صفائی اور حفاظت ہے۔ دانت غذا کے ہاضمے کے سلسلے میں ابتدائی کام انجام دیتے ہیں۔ اگر دانتوں کی مناسب صفائی اور احتیاط نہ کی جائے تو ہاضمہ متاثر ہوتا ہے۔ دانتوں کی صفائی کے سلسلے میں کوئی اچھا منجن یا ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا چاہیئے اور ہر کھانے کے بعد اچھی طرح دانتوں کی صفائی کر لینی چاہیئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب نیند سے بیدار ہو جاتے تو مسواک سے اپنے دانت صاف کرتے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ”ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضو کا پانی اور مسواک تیار رکھتے تھے۔ جس وقت بھی خدا کا حکم ہوتا آپ اٹھ بیٹھتے تھے اور مسواک کرتے تھے۔ پھر وضو کر کے نماز ادا فرماتے۔ ایک بار کچھ مسلمان آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوئے۔ اُن کے دانت صاف نہ ہونے کی وجہ سے پیلے تھے۔ آپؐ کی نظر پڑی تو فرمایا تمہارے دانت پیلے پیلے کیوں نظر آ رہے ہیں۔ مسواک کیا کرو۔“

اگر خدانخواستہ کوئی بیماری لاحق ہو جائے تو مکمل احتیاط اور پرہیز کرنا چاہیئے۔ عدمِ احتیاط کی صورت میں کوئی اور پیچیدہ مرض پیدا ہو سکتا ہے یا اور کوئی ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اُمِ منذرؓ کہتی ہیں کہ حضور اکرمؐ میرے یہاں تشریف لائے۔ ہمارے گھر میں درخت پر کھجور کے خوشے لٹک رہے تھے۔ حضورؐ ان میں سے تناول فرمانے لگے۔ حضرت علیؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے وہ بھی نوش فرمانے لگے۔ حضورؐ نے اُن کو روک دیا کہ تم ابھی بیماری سے اُٹھے ہو، مت کھاؤ، چنانچہ حضرت علیؓ رُک گئے اور حضورؐ کھاتے رہے۔ اُمِ منذرؓ کہتی ہیں کہ پھر میں نے تھوڑے سے جَو اور چقندر پکائے۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ ”علی! یہ کھاؤ، یہ تمہارے لیے مناسب کھانا ہے۔“

آنکھوں کی پوری پوری حفاظت کرنی چاہیئے اور انہیں بے دریغ استعمال سے بچانا چاہیئے۔ تیز روشنی اور سورج پر نگاہیں جمانے سے احتراز کرنا چاہیئے اور انہیں گرد و غبار سے بچانا چاہیئے۔ بہت مدھم یا بہت تیز روشنی میں بھی مطالعہ سے گریز کرنا چاہیئے اور آنکھوں کے اعصاب کو آرام دینے کے لیے انہیں ٹھنڈے پانی سے دھونا چاہیئے اور سبزہ زار کی سیر کرنی چاہیئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے“۔ آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ لوگو! آنکھوں میں سرمہ لگایا کرو، سرمہ آنکھ کے میل کو دُور کرتا ہے اور بالوں کو اگاتا ہے۔“

صفائی، پاکیزگی اور طہارت کو اپنا شعار بنا لینا چاہیئے۔ لباس، کھانے پینے کی اشیاء اور برتن صاف ستھرے ہونے چاہئیں۔ روحانی اور باطنی صفائی کے لیے وضو بہت مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ وقت باوضو رہنا چاہیئے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”خدا ان لوگوں کو اپنا محبوب بناتا ہے جو بہت زیادہ پاک و صاف رہتے ہیں۔“

ذہن کو منتشر الخیالی اور معکوس خیالات سے دُور رکھنا چاہیئے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ذہن کو ہمیشہ تعمیری کاموں میں مصروف رکھا جائے، ضبطِ نفس کی عادت ڈالی جائے ورنہ خواہشات کی بے راہ روی سے دل و دماغ سکون و عافیت سے محروم ہو جاتے ہیں اور ایسے چہرے جوانی کے حسن و کشش اور دل کشی سے محروم ہو جاتے ہیں، کسی حکیم و دانا کا قول ہے کہ بدکاری میں چھ خرابیاں ہیں۔ تین دنیا کی اور تین آخرت کی۔ دنیا کی خرابیاں یہ ہیں کہ آدمی کے چہرے کی رونق اور کشش جاتی رہتی ہے۔ آدمی پر فقر و افلاس کی مصیبت نازل ہوتی ہے اور اُس کی عمر کم ہو جاتی ہے۔ ہر کام میں اعتدال ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ جسمانی محنت، دماغی کاوش، ازدواجی تعلق، کھانا، پینا، سونا، تفریح، عبادت ہر چیز میں اعتدال اختیار کرنا بہت ضروری ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ”خوشحالی میں میانہ روی کیا ہی خوب ہے، ناداری میں اعتدال کی روش کیا ہی بھلی ہے اور عبادت میں درمیانی روش کیا ہی بہتر ہے۔“

تراشے

انتظار حسین اسعد قادری

فکرِ آخرت ● وقت کی پابندی ● سفارش کی آگ

حضرت ابو مسلم خولانیؒ بہت اونچے درجے کے تابعی ہیں ، اور ان آٹھ تابعین میں سے ہیں جن کا زہد درجہ کمال تک پہنچا ہوا تھا یہ لوگوں سے زیادہ میل جول نہیں رکھتے تھے ۔ کبھی شدید ضرورت کے علاوہ دنیاداری کی باتوں میں مشغول نہیں ہوتے تھے ۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ یہ مسجد میں داخل ہوئے ۔ ان کی نظر کچھ لوگوں پر پڑی جو مجتمع ہو کر بیٹھے ہوئے تھے یہ سمجھ کر کہ یہ لوگ ذکر خیر میں مشغول ہیں انہیں میں جا بیٹھے پس دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک اپنے کاروبار کے بارے میں بات چیت کر رہا تھا پس ان کو دیکھتے ہوئے انہوں نے کہا ۔ ارے میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص شدید بارش میں گھر گیا ہو پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا تو اسے ایک بڑا دروازہ نظر آیا تو اس نے سوچا کہ بارش کے ختم ہونے تک میں اس مکان میں پناہ لے لیتا ہوں ۔ لیکن جب داخل ہوا تو پتہ چلا کہ اس کی چھت ہی غائب ۔ تو ایسے ہی میں تمہارے پاس یہ سوچ کر بیٹھا تھا کہ تم لوگ ذکرِ خیر میں مشغول ہو لیکن پتہ چلا کہ تم تو دنیادار لوگ ہو ۔

جب وہ بوڑھے اور ضعیف ہو گئے ۔ تو ان کو کسی دوست نے یہ کہا اب تو اپنے زہد میں کچھ کمی کر دیں ؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ جب تم اپنے گھوڑوں کو گھڑ دوڑ کے میدان میں بھیج دیتے ہو اور گھوڑے دوڑانے والے سے یہ کہہ دیتے ہو کہ اس کو چھوڑ کر اس کی لگام ڈھیلی کر دو تاکہ وہ اپنی حد اور انتہا تک پہنچ جائے ۔ اور جب وہ اپنی غایت اور انتہا تک پہنچ جاتے ہیں تو اس کو ایک فٹ بھی آگے نہیں بڑھنے دیتے ؟ تو دوست نے جواب دیا کہ ہاں ! ہم تو ایسا ہی کرتے ہیں ۔ انہوں نے پھر جواب دیا کہ میں نے بھی اپنے لئے ایک غایت اور حد دیکھی ہے اور ہر کام کرنے والے اور کوشش کرنے والے کے لئے ایک غایت اور انتہا ہوتی ہے اور ہر ایک کی غایت اور حد اس کی موت ہے اس سے میری بھی غایت اور حد میری موت ہے موت آنے تک اس پر قائم رہوں گا ۔

حضرت مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم دیوبند کے چوٹی کے اساتذہ میں سے تھے حد درجہ متواضع اور منکسر المزاج ہونے کے ساتھ ساتھ اوقات کار کے نہایت پابند تھے ۔ آپ کی پابندی وقت ضرب المثل بن گئی تھی ، سردی ہو یا گرمی ، جاڑا ہو یا برسات ، بیماری ہو یا تندرستی ، شادی ہو یا غمی بہر حال مولانا کا یہ اصول تھا کہ سبق ہونا چاہیئے کمرہ میں گھڑی موجود تھی وقت سے کم از کم دس منٹ قبل بغل میں کتاب دبائی ، کمرہ کو مقفل کیا

(باقی پر)

اور گھنٹہ بجانے والا ابھی گھنٹہ بجانے سے فارغ بھی نہیں ہوا کہ آپ بھی درسگاہ میں پہنچ گئے اور سبق شروع ہو گیا ۔ اِدھر گھنٹہ بجا اور مولانا کی کتاب بند ہو گئی ۔

ایک بہت بڑے تابعی ابن حیان رحمۃ اللہ علیہ ہیں ۔ تقدس اور پرہیزگاری میں بہت اونچے درجہ پر فائز تھے ۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ جب ان کو عامل بنایا گیا تو انہوں نے اس خیال سے کہ اب میری قوم کے لوگ میرے رتبے سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی سفارشات کرانے کے لئے میرے پاس آئیں گے انہوں ۔ اُن کو روکنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ جس طرف سے قوم کے آنے کا اندیشہ تھا اس طرف کو آگ جلوا دی ۔ جب ان کی قوم کے لوگوں نے آ کر یہ ماجرا دیکھا تو دور ہی سے ان کو سلام کرنے لگے انہوں نے جواب میں کہا کہ اے میری قوم! میرا عامل بننا مبارک ہو ، میرے قریب آؤ ۔ ان کی قوم نے کہا کہ خدا کی قسم ، اس آگ کے حائل ہونے کی وجہ سے ہم آپ کے قریب نہیں آ سکتے ۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ تم تو یہ چاہتے ہو کہ میں تم سے اس سے بھی بڑی آگ یعنی جہنم کی آگ میں ملاقات کروں کہ ناجائز سفارشات کر کے گناہ میں مبتلا ہوں ۔ اور اس کے بدلے میں جہنم میں جاؤ ۔ یہ جواب سن کر لوگ مایوس ہو کر واپس چلے گئے ۔

جمعیۃ طلباء اسلام پنجاب کا سہ روزہ

تربیتی اجتماع

۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۸۵ء بروز بدھ ، جمعرات جمعہ مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں منعقد ہو گا جس میں نامور علماء و دانشور طلباء سے خطاب کریں گے ۔

(کارکن موسم کے مطابق بستر ہمراہ لائیں

حافظ عبد اللطیف ، کنوینر جمعیۃ طلباء اسلام پنجاب

بستی احمد نگر لیہ میں میاں محمد اجمل قادری کی تشریف آوری

جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا قبلہ حاجی میاں محمد اجمل قادری صاحب مدظلہ العالی ۱۰ نومبر بروز اتوار بذریعہ کار لاہور سے بستی احمد نگر چک $\frac{۲۱۷}{T.D.A}$ ضلع لیہ میں میاں محمد علی کی دعوت پر شام پانچ بجے تشریف فرما ہوئے ۔ نمازِ مغرب آپ نے پڑھائی ۔ بعد نماز آپ نے چک ہذا کے دینی حالات دریافت فرمائے ۔ بستی احمد نگر میں بستی والوں نے ایک بہترین مسجد تعمیر کی ہے ۔ اسی روز مسجد کی چھت مکمل ہوئی ۔ پہلی نمازِ عشاء حضرت میاں صاحب مدظلہٗ نے پڑھائی بعد نماز مجلسِ ذکر کرائی اور بعدہ سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں حضرت دامت برکاتہم کے دستِ مبارک پر تقریباً چالیس آدمی بیعت ہوئے اور آپ نے مختصر خطاب فرمایا ۔ آخر میں حضرت میاں صاحب مدظلہٗ نے رقت آمیز دعا فرمائی ۔ مسجد کا نام جامع مسجد مولانا احمد علی لاہوریؒ رکھا اور میاں نذیر احمد کو ہر جمعرات مجلسِ ذکر کی تاکید فرمائی اور رات گئے تک متعلقین کو درود وظائف سمجھاتے رہے اور صبح پانچ بجے حضرت دامت برکاتہم بھکر روانہ ہو گئے ۔

میاں محمد علی

چک $\frac{۲۱۷}{T.D.A}$ ، ضلع لیہ

علامہ شاہ بلیغ الدینؒ

سلطان صلاح الدین ایوبی

اُس نے زکوٰۃ کبھی نہیں دی حالانکہ وہ نماز روزے کا پابند اور ایک ایک حکم جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اُسے پورا کرنے والا تھا۔

زکوٰۃ وہ دیتے ہیں جن کے پاس نصاب سے زیادہ مال و اسباب ہوتا ہے۔ یہ اللہ کا بندہ بھی کوئی غریب اور مفلس آدمی نہ تھا۔ تھا یہ بھی بہت بڑا آدمی اور بڑا بھی ایسا کہ چھٹی صدی ہجری میں کوئی مسلمان قوت و طاقت، جاہ و جلال، اقتدار اور مرتبے میں اس کے برابر نہ تھا۔ وہ ایک بہت بڑی مملکت کا حکمران تھا اور وہ بھی ایسا جلیل القدر حکمران کہ رہتی دُنیا تک تاریخِ اسلام میں اس کا نام باقی رہے گا۔ صلیبی جنگوں میں اُس کے کارنامے دوست اور دشمن سب کے دل پر اثر کر گئے۔ وہ ایسا بہادر ایسا لڑنے والا، ایسا عقل مند اور دل کا اتنا بھلا کہ دنیا کی تاریخ میں ایسے حکمران کم ہی ملتے ہیں۔ مسلمانوں کو اس نے کھویا ہُوا وقار واپس دلایا اور اپنی ہمت و شجاعت کی دھاک دُنیا کے دل میں بٹھائی کہ مسلمانوں کے دشمن اس کا نام سُن کر کانپ جاتے تھے۔

اسٹینلی لین پول لکھتا ہے:

"اگر سلطان صلاح الدین ایوبی کے کارناموں میں صرف یہی ایک بات دنیا کو معلوم ہوتی کہ اُس نے کس طرح بیت المقدس پر مسلمانوں کو دوبارہ قبضہ دلایا تو یہ ایک کارنامہ یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہوتا کہ وہ جرأت و جلالت میں بے مثل شخص تھا۔"

بیت المقدس پر کئی بار حملے ہوئے۔ یہ بدقسمت شہر کئی بار لُٹا اور کئی بار بسا۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے ۵۸۶ سال پہلے بخت نصر شاہِ ایران نے تو ہیکل سمیت شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ بنی اسرائیل کے تمام آثار جلا کر راکھ کر دیے۔ بعد میں عیسائی حملہ آوروں نے بھی یہی کچھ کیا۔ لین پول کا کہنا ہے کہ بیت المقدس پر قبضے کے دوران عیسائیوں نے ظلم اور سفاکی کی وہ نظیر قائم کی کہ اس کی تفصیلات سُن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

لیکن سلطان صلاح الدین ایوبی نے مسلمانوں پر ڈھائے ہوئے ان گنت مظالم کے باوجود جب خود بیت المقدس پر قبضہ کیا تو فتح مکّہ کی مثال سامنے رکھی اور احسان و فیاضی کا وہ مظاہرہ کیا کہ عیسائی دنگ رہ گئے۔ چاہتا تو وہ قتلِ عام کا حکم دے سکتا تھا۔ لین پول اسی لیے سلطان کا ذکر بڑی قدر سے کرتا ہے۔ فاتح چنگیز یا ٹرومین نہ بن جائے یہ بہت بڑی بات ہے۔ ٹرومین نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر جس بربریت کا ثبوت دیا اس کے آگے بخت نصر اور چنگیز بھی کچھ نہیں۔

سلطان صلاح الدین بہت بڑا بادشاہ تھا لیکن اس نے کبھی اتنا بچایا ہی نہیں کہ اُس پر زکوٰۃ فرض ہوتی۔ ساری دولت صدقات و خیرات میں صرف ہوتی۔ جب اس دنیا سے گزر گیا تو اُس کی کُل دولت ۴۵ درہم ناصری اور ایک اشرفی تھی۔

النوادرِ سلطانیہ میں ہے۔ کوئی جائیداد اور ملکیت، کوئی مکان، باغ، گاؤں، زمین کچھ بھی اس کے ترکے میں نہ تھا۔ حد یہ ہے کہ قبر کے لیے گھاس کے پولے بھی قرض سے آئے۔ کفن کا انتظام اس کے وزیر قاضی فاضل نے اپنی طرف سے کیا۔

ایوبی ایسا جلیل القدر اور عظیم المرتبت

باقی صـ پر

مرتب: صلاح الدین فاروقی

ٹیکسلا

جامعہ مدنیہ اٹک میں ایک مبارک تقریب

حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی کا رُوح پرور خطاب

• خلفاء مجاز کا تقرر • حضرت قاضی ارشد الحسینی کی جانشینی کا اعلان

شوال کی نوچندی جمعرات کو عید الفطر تھی جس کی وجہ سے دُور دراز کے احباب کا جمع ہونا مشکل تھا، اس لیے معمول کی خصوصی مجلسِ ذکر کا اجتماع ۸ شوال کی جمعرات کو بعد نمازِ مغرب ہُوا جس میں سیّدی و مولائی حضرت اقدس مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دام ظلہم العالی کے اکثر متوسلین نے شرکت کی۔ یہ تقریب اس لحاظ سے بہت بابرکت اور خصوصیت کی حامل تھی کہ اس میں حضرتِ اقدس دام ظلہم نے امام الہدیٰ مخدومنا و مرشدنا حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور صاحب نور اللہ مرقدہ کے ارشاد کی تعمیل میں اپنے بڑے صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا حافظ قاری محمد ارشد الحسینی صاحب زید مجدہم کو اپنا خلیفۂ مجاز اور اپنا جانشین مقرر فرمایا اور ان کے علاوہ اپنے خصوصی متوسلین میں سے تین اور خوش نصیب حضرات کو بھی خلیفۂ مجاز بنانے کا اعلان فرمایا اور اجازتِ بیعت عطا فرمائی۔ مجلس کے اختتام پر ان میں سے تین حضرات کی دستار بندی بھی کی گئی۔ اِس مبارک موقع پر حضرتِ اقدس دام ظلہم نے مختصر خطاب فرمایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

حدیثِ جبرائیلؑ کی تلاوت فرما کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ دین کے تین اہم شعبے ہیں۔ اسلام۔ ایمان اور احسان۔

اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے۔ ایمان اندر کے یقین اور دل سے تسلیم کر لینے کو کہتے ہیں اور احسان کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر وقت یہ یقین ہو کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جس دین کو ہم نے قبول کیا اور جس پر ہم عمل پیرا ہیں اس میں ہر آن ہر گھڑی استحضارِ خداوندی حاصل ہو جائے۔ احسان ہی ایک ایسی صفت ہے کہ جس کے نصیب ہو جانے سے اسلام اور ایمان میں پختگی آ جاتی ہے۔

آج ہم نماز پڑھتے ہیں اور مانتے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے لیکن احسانی کیفیت نہ ہونے کی وجہ سے ہماری نماز بے جان سی ہوتی ہے۔ یہی حال باقی اعمال کا بھی ہے کہ جاندار نہیں، اعمال میں سرور نہیں، ان کی وجہ سے ہماری زندگی نہیں بدل رہی اور اس کی وجہ احسانی کیفیت کا نہ ہونا ہے۔ اسی احسانی کیفیت کو تزکیہ بھی کہتے ہیں۔

تزکیہ کا مطلب

قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین فرضِ منصبی بیان فرمائے گئے ہیں۔

تلاوتِ آیات

تعلیم کتاب و حکمت اور

تزکیہ کا معنے باطن کو صاف کرنا ہے جیسے برتن کو باہر سے بھی مانجھتے ہیں لیکن اس سے زیادہ اُسے اندر سے صاف کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ کبھی اس کو قلعی بھی کرتے ہیں۔ اگر برتن باہر سے بڑا صاف، شفاف اور چمکدار ہو لیکن اندر سے گندہ ہو تو غیر پسندیدہ ہے اور کوئی پاکیزہ چیز ڈالنے کے قابل نہیں۔ ایسے ہی میرے آپ کے لیے جیسے ظاہری صفائی ستھرائی، پاکیزگی اور طہارت ضروری ہے ایسے ہی بلکہ اس سے کہیں زیادہ باطن کی صفائی ضروری اور اشد ضروری ہے۔ اسی باطن کی صفائی کو تزکیہ، احسان، سلوک، تصوّف اور عام بولی میں پیری مریدی کہتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی

سے جیسے دین کے باقی شعبے چلے اور قیامت تک رہیں گے ایسے ہی احسان و تزکیہ کا شعبہ بھی اور تزکیہ کرنے والے بھی قیامت تک رہیں گے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں ہوتے تو جنت و دوزخ کو اپنے سامنے پاتے۔ یہ آپؐ کی محفل کی برکت تھی۔ جہاں تک بیعت کا تعلق ہے تو آپؐ نے بیعتِ جہاد بھی لی، بیعتِ تو بہ بھی لی اور یہ بیعت بھی لی۔ چنانچہ یہ سلسلہ آج تک رواں دواں ہے۔

تصوف کے معروف سلسلے

ہمارے ملک میں تین سلسلے زیادہ معروف ہیں۔ قادری۔ نقشبندی۔ چشتی مقصود سب کا ایک ہے کہ مرید کو کچھ نہ کچھ باطن کی صفائی حاصل ہو جائے اور وہ اخلاص کے ساتھ اعمال کرے یا کم از کم گناہ کو گناہ سمجھے۔

سلسلہ قادریہ راشدیہ

ہمارا سلسلہ قادریہ راشدیہ ہے۔ یہ سلسلہ سندھ سے دین پور شریف پہنچا۔ وہاں سے ہمارے حضرت امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فیض پایا اور پھر زندگی بھر حضرت نے اس کی خوب نشر و اشاعت فرمائی۔ عمومی طور پر ہزاروں لوگوں نے فیض پایا۔ کچھ حضرات کی حضرتؒ نے خصوصی تربیت فرمائی اور پھر ان کو مجاز بھی فرما دیا۔

۱۹۶۱ء میں مجھے بھی حضرتؒ نے حکم فرمایا کہ آنے والوں کو بیعت کر لیا کروں۔ اگرچہ میں اس قابل نہیں تھا لیکن حسب الحکم اللہ پاک کا نام لوگوں کو بتاتا رہا۔ کچھ عرصہ پہلے "خدام الدین ہسپتال" کی بنیاد کے موقع پر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خصوصیت سے فرمایا کہ ... اپنے بچوں میں سے کسی کو قائم مقام قرار دے دے اور جو تکمیل کر چکے ہیں اُن میں سے جو لائق ہوں اُن کے ذمہ یہ دینی ذمہ داری ڈال دے۔ چنانچہ چار آدمی منتخب کیے گئے ہیں جنہیں آج یہ ذمہ داری سونپی جا رہی ہے:

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر سعید اللہ صاحب پشاور یونیورسٹی۔ یہ بڑے حضرتؒ سے بیعت ہیں۔ پھر حضرتؒ کے حکم سے اسباق مجھ سے مکمل کیے۔ انہوں نے دنیاوی علوم میں بھی خوب محنت کی اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اِدھر روحانی لائن اور اللہ کی یاد میں بھی خوب ترقی کی۔ آج ان کو مجاز قرار دیا جاتا ہے۔

۲۔ مولوی محمد زماں صاحب (کوہاٹی) ہیں۔ یہ دس سال سے زیرِ تربیت ہیں۔ بڑے محنتی اور مجذوب قسم کے بزرگ ہیں۔

۳۔ مولانا قاری محمد سلیمان صاحب (ایبٹ آبادی ہیں جو آج کل چائنہ فیکٹریز ٹیکسلا میں ہوتے ہیں۔ یہ بچپن سے میرے متعلق ہیں۔

۴۔ میرے بڑے بیٹے مولانا حافظ قاری محمد ارشد الحسینی صاحب ہیں۔ ان کے بارے میں حضرتؒ کا خصوصی حکم تھا۔

اسباق کی تکمیل تو اور بھی کئی دوست کر چکے ہیں لیکن اس کے لیے خصوصی پرکھ ہوتی ہے۔ دیکھنا پڑتا ہے پھر ذمہ داری سونپی جاتی ہے۔ ان سب کو اس دَور کے امام الہدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے حکم سے مجاز کیا جاتا ہے تاکہ آگے لوگوں کو دین سکھائیں۔

اس کے بعد دستار بندی ہوئی اور دعا پر یہ مبارک مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

اللہ کریم ہم سب کو اپنے مقبول بندوں کی سنگت نصیب فرمائیں اور اپنا نام سیکھ کر زیادہ سے زیادہ لینے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ واللہ الموفق والمعین۔

بقیہ: سلطان صلاح الدین

بادشاہ تھا کہ چاہتا تو کروڑوں کی جائیداد چھوڑ جاتا لیکن اُس کے آگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ تھا۔ زندگی کے آخری دور میں دس لاکھ مربع میل کے رقبے پر آپؐ کا پرچم لہرا رہا تھا اور حالت یہ تھی کہ جب اللہ کے رسولؐ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو گھر کے سب لوگ بھوکے تھے۔ جو کچھ پاس تھا وہ آپؐ نے اللہ کی راہ میں دے دیا تھا۔ زندگی میں اس کے پاس بہت دولت آئی لیکن اس نے اللہ کے بندوں میں تقسیم کر دی۔ جوڑ کے رکھتا تو زکوٰۃ دیتا

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را



حضرت اسماءؓ بنتِ حضرت ابوبکر صدیقؓ

پیش کش ——— غزالہ بنتِ یامین لیکچرار بنوں گرلز کالج (سرحد)

حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شمار بلند مرتبہ صحابیات میں ہوتا ہے۔ والدہ کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھا۔ نانا عبدالعزیٰ قریش کے نامور رئیس تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت اسماءؓ کی سوتیلی بہن تھیں۔ اور ان سے عمر میں چھوٹی تھیں۔ حضرت عبداللہؓ بن ابی بکرؓ حضرت اسماء کے حقیقی بھائی تھے۔

قبول اسلام کے لحاظ سے بھی حضرت اسماءؓ کو امتیازی خصوصیت حاصل ہے انہوں نے اوائل بعثت میں اس وقت اسلام قبول کیا جب کہ صرف سترہ نفوس مخفی طور پر ایمان لائے تھے۔ اس طرح السابقون الاوّلون میں ان کا نمبر اٹھارھواں ہے۔

حضرت اسماءؓ کا نکاح حضرت زبیرؓ بن العوام سے ہوا۔ جو اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ وہ سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پھوپھی زاد بھائی اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے حقیقی بھتیجے تھے۔

شب ہجرت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی معیت میں مکے سے نکل کر غارِ ثور میں پناہ لی حضرت اسماءؓ اس راز سے آگاہ تھیں۔ وہ روزانہ رات کو اپنے بھائی حضرت عبداللہؓ بن ابی بکرؓ کے ساتھ خفیہ طور پر غارِ ثور میں تشریف لے جاتیں اور اپنے والد کو تازہ کھانا کھلاتیں۔

مدینہ میں اقامت گزیں ہونے کے بعد حضرت اسماءؓ نے پہلے چند سال بڑی تنگی سے بسر کیے۔ اس زمانہ میں ان کے شوہر حضرت زبیرؓ بہت مفلس اور تنگدست تھے اور ان کی ساری متاع لے دے کے ایک گھوڑے اور ایک اونٹ پر مشتمل تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نخلستان بنو نضیر میں کچھ زمین بطور جاگیر عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ شروع شروع میں وہ اس میں کاشت کر کے اپنی معاش کا سامان پیدا کرتے تھے۔ یہ زمین مدینہ منورہ سے پانچ چھ میل دُور تھی۔ حضرت اسماءؓ روزانہ وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں جمع کر کے لاتیں۔ انہیں کوٹ کر اونٹ کو کھلاتیں گھوڑے کے لئے گھاس مہیا کرتیں پانی بھرتیں، مشک پھٹ جاتی تو اس کو خود سی لیتیں۔ ان کاموں کے علاوہ گھر کا دوسرا سب کام بھی انجام دیتی تھیں۔ خود حضرت اسماء سے روایت ہے:

"زبیرؓ نے مجھ سے نکاح کیا اس وقت نہ تو ان کے پاس زمین تھی نہ غلام، نہ کچھ اور، سوائے ایک اونٹ اور ایک گھوڑے کے۔ میں ان کے گھوڑے کو دانہ کھلاتی تھی، پانی بھرتی تھی، آٹا گوندھتی تھی انصار کی چند عورتیں جو میری ہمسایہ تھیں روٹی پکا دیتی تھیں وہ عورتیں بڑی مخلص تھیں۔ میں زبیرؓ کی

زمین سے جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی سر پر گٹھلیاں رکھ کر لاتی تھیں۔"

طبرانیؒ نے حضرت اسماءؓ کی تنگدستی کے زمانہ کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے جو خود حضرت اسماءؓ کی زبانی مذکور ہے:۔

وہ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں اُس زمین میں تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سلمہؓ اور حضرت زبیرؓ کو عطا فرمائی تھی یہ بنو نضیر والی زمین کہلاتی تھی۔ ایک دن حضرت زبیرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہیں باہر گئے۔ ہمارا ایک یہودی پڑوسی تھا۔ اس نے ایک بکری ذبح کی اور بھونی۔ اس کی خوشبو جب میری ناک میں پہنچی تو مجھے ایسی سخت اشتہا پیدا ہوئی جو اس سے پہلے کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ان دنوں میری بیٹی خدیجہ پیدا ہونے والی تھی۔ مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں یہودی عورت کے پاس آگ لینے گئی اس ارادے سے کہ شاید وہ مجھ سے کھانے کی بابت پوچھے ورنہ مجھے آگ کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

سنہ ہجری میں حضرت اسماءؓ کے بطن سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے۔ گویا وہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کے نومولودِ اوّل تھے۔

حضرت اسماءؓ بہت نڈر اور شجاع تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد وہ اپنے شوہر اور فرزند کے ساتھ شام کے میدانِ جہاد میں تشریف لے گئیں اور کئی دوسری خواتین کی طرح یرموک کی ہولناک لڑائی میں جنگی خدمات انجام دیں۔

حضرت سعد بن عاصؓ کے دورِ امارت میں مدینہ منورہ میں بہت بدامنی پھیل گئی اور کثرت سے چوریاں ہونے لگیں۔ اس زمانہ میں حضرت اسماءؓ اپنے سرہانے خنجر رکھ کر سویا کرتی تھیں۔ لوگوں نے پوچھا آپ ایسا کیوں کرتی ہیں؟ تو جواب دیا کہ اگر کوئی چور ڈاکو میرے گھر آئے گا تو میں اس خنجر سے اس کا پیٹ چاک کر دوں گی۔

زبیرؓ کی آمدنی بڑھنے لگی اور تھوڑی ہی مدت میں ان کے گھر میں دولت کی ریل پیل ہو گئی۔ آسودہ حالی کے بعد بھی حضرت اسماءؓ نے اپنی سادہ وضع ترک نہ کی۔ ہمیشہ روکھی سوکھی روٹی سے شکم پُری کرتیں۔ موٹا جھوٹا کپڑا پہنتیں۔ البتہ اپنی دولت خیرات کے کاموں میں بے دریغ صرف کرتی تھیں۔ جب کبھی بیمار ہوتیں تمام غلاموں کو آزاد کر دیتیں۔ اپنے بچوں کو ہمیشہ ہدایت کیا کرتی تھیں کہ مال جمع کرنے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ حاجت مندوں کی امداد کے لئے ہوتا ہے۔ اگر تم بخل کرو گے تو اللہ بھی تمہیں اپنے فضل و کرم سے محروم رکھے گا۔

حضرت اسماءؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ترکے میں ایک جائداد پائی تھی۔ اس کو انہوں نے ایک لاکھ روپے میں فروخت کر دیا اور ساری رقم قاسمؓ بن محمدؒ اور ابنِ ابی عتیق الانسان کو دے دی۔ کیونکہ وہ حاجت مند تھے۔

حضرت اسماءؓ کی زندگی میں ایک افسوسناک واقعہ رونما ہوا۔ حضرت زبیر بن العوامؓ نے انہیں طلاق دے دی۔ مؤرخین نے طلاق کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں۔ حضرت زبیرؓ کے مزاج میں درشتی تھی۔ ایک دن کسی بات پر غصہ میں آ گئے اور حضرت اسماءؓ کو زدوکوب کیا۔ زبیرؓ اور اسماءؓ کے درمیان ہمیشہ کے لئے علیحدگی ہو گئی اور حضرت اسماءؓ مستقل طور پر فرزند اکبر حضرت عبداللہ کے ساتھ رہنے لگیں۔ وہ اپنی والدہ کے بعد خدمت گزار تھے اور زندگی کے آخری